یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۲۷ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

۱۹۱۱ء

قادیان ۱۳۲۹

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام ؏ طلباء ؏ غیر ممالک سے ؏

خاکسار سید فیروز شاہ کاتب

باہتمام ... مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپکر چوہدری عبدالسلام پبلشر کے حکم سے مینجر تشحیذ نے قادیان سے شایع کیا

حضرت خلیفۃ المسیح کا وصال

۱۳؍ مارچ جمعہ کے روز بعد از نماز ہمارے امیر المومنین مولانا نور الدینؓ نے کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد وفات پائی۔ اَللّٰھُمَّ اغفر لہ واکرم نزلہ اور دوسرے روز شام کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں مغربی طرف دفن ہوئے÷

۲۔ آپ کے جانشین حضرت ابن المہدی سیّد المومنین صاحبزادہ اولوالعزم میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ رب العالمین مقرر ہوئے۔ اللھم ایدہ وانصرہ÷

وی۔پی واپس کرنے والے

جن صاحبوں نے فروری کا پرچہ (جو وی۔پی کیا گیا تھا) واپس کر دیا ہے وہ ۱۰؍ جرمانہ وی۔پی کے ٹکٹ بھیج کر فروری کا نمبر منگوا لیں۔ تاکہ ان کا فائل مکمل ہو۔ اس پرچہ میں شیعہ و سنی کے متعلق ایک نادر قابلِ دید مضمون شائع ہوا ہے

مینیجر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۴ء

ہمارا فرض کیا ہے؟

امر بالمعروف

مسلمانوں کے تنزل کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ ان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں رہا۔ حالانکہ قرآن مجید کا صریح حکم تھا جو یاد دہانی کیلئے تشحیذ کے ٹائٹل پر ہر مہینے چھپا پا جاتا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ رہے جو نیکی کی طرف بلائے۔ اور معروف کا حکم دے۔ منکر سے منع کرے یہی لوگ ہیں وہ جو مظفر و منصور ہونگے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں میں دین کے علوم حاصل کرنے اور اسلام کی تبلیغ کا جوش بہت ہی کم رہگیا اب اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ ظاہر ہے بعض قومیں صرف اسی لئے ہلاک ہو گئیں۔ اور ملعون ٹھہرائی گئیں۔ کہ ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو دوسرونکو منکر امور سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے لعن الذین

کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ ملعون ہوئے بنی اسرائیل داؤد اور عیسےٰ بن مریم کی زبان پر۔ اسلئے کہ وہ نافرمانی کرتے اور حدود شریعت سے نکل گئے وہ منکر سے ایکدوسرے کو منع نہ کرتے بہت برا تھا جو کچھ وہ کرتے

(۳) فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلاً ممن انجینا منھم۔ کیوں نہ ہوئے پہلی سنگتوں میں تم سے پہلے کوئی لوگ جن میں یہ اثر باقی رہا ہو۔ کہ منع کرتے فساد سے ملک میں مگر بہت ہی کم جنکو ہمنے ان سے نجات دی گو یا انکی ہلاکت کی جڑ ہی یہی ہے کہ وہ مفسدہ پردازی سے روکتے نہ تھے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ کیوں نہ ہوئے ان کے ایسے پیر اور علماء جو ان کو گناہ کے کام کرنے اور حرامخوری سے منع کرتے۔ بہت برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ گویا ان پیروں اور علماء کو گنہگار ٹھہرایا۔ جنھوں نے نہی عن المنکر نہیں کیا۔ یہودیوں کا حال سنا کر مسلمانوں کو عبرت دلائی اور فرمایا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ تم بہترین امم ہو جو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ معروف کا حکم دو اور منکر سے منع کرو۔ کیونکہ تم وہی ہو۔ جن کے لئے یہ کلام بطور پیشگوئی فرمایا گیا۔ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ کہ جب زمین میں ان کو سلطنت دی گئی تو نمازیں قائم کرینگے زکوٰۃ دینگے۔ اور معروف کا حکم دینگے اور منکر سے منع کرینگے۔

یہاں ایک لطیفہ مجھے یاد آگیا۔ خلیفہ مامون کو خبر پہنچی۔ کہ کوئی شخص بغیر انکی اجازت کے احتساب کرتا پھرتا ہے خلیفہ نے اس شخص کو بلایا۔ اور یہی آیت پڑھ کر سنائی تم بغیر ہماری اجازت کے ایسا کیوں کرتے ہو۔ کیونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو ہمارے خاندان سے مخصوص ہے

اس بزرگ نے یہ آیت پڑھی۔ والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔ امر کرتے ہیں نیک کاموں کا اور منع کرتے ناپسند باتوں سے۔ پس اے خلیفہ وقت میں تو اس کام میں آپکا معاون ہوں۔ خلیفہ مامون یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور اسے کہا کہ تم اسکے اہل ہو۔

خیر تو بہر حال ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ بقدر اپنی طاقت اور وسعت کے امر بالمعروف نہی عن المنکر کرے۔ اور اسکی ابتدا پہلے اپنے نفس سے کرے۔ اسی لئے ارشاد ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور اپنے آپکو بھولے جاتے ہو۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ جس کے اپنے عمل اعلیٰ نہ ہوں۔ وہ امر بالمعروف چھوڑ دے۔ کیونکہ بعض اوقات جب انسان دوسرے کو کسی امر پر ملامت کرتا ہے۔ اور اس قصور میں خود بھی مبتلا ہوتا ہے۔ تو خود بخود اسے شرم آتی ہے اور وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ پھر اپنے گھر والوں میں یہ فرض ادا کرے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ہر ایک اپنے ماتحتوں اور متعلقوں کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ پھر اس سلسلہ کو وسعت دے۔ جہاں کہیں دو چار آدمیوں کی مجلس ہو۔ وہاں اپنا فرض ادا کرے۔ اور اس بارے میں حضرت یوسف کا اتباع کرے۔ جنھوں نے قید میں کسی خواب کی تعبیر سنانے سے پہلے جو کچھ سنانا چاہیئے تھا سنا دیا جب کوئی محفل قائم ہو تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کو زیر نظر رکھے۔ لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس و من یفعل ذٰلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجرا عظیما۔ یعنی کسی محفل میں خیر نہیں بجز اسکے کہ اس میں کسی چندہ کے جمع کرنے یا کسی بھلے کام یا لوگوں کی اصلاح کے متعلق کوئی کارروائی ہو۔ اور جو یہ کام اللہ کی رضامندی کے لئے کرے ہم اسے اجر عظیم دینگے۔

اس امر بالمعروف کو یہاں تک اسلام نے لازم ٹھہرایا کہ رستے میں بیٹھتے وقت بھی ہر مومن کا

یہ فرض قرار دیا گیا۔ کہ وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرے ورنہ وہاں نہ بیٹھے چنانچہ ایک حدیث میں ہے ایاکم والجلوس علی الطرقات بچو تم گزرگاہوں پر بیٹھنے سے۔ اگر بیٹھنا ایسا ہی لابد ہے تو پھر رستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور وہ حق کیا ہے؟ فرمایا غض البصر وکف الاذی ورد السلام وامر بالمعروف ونہی عن المنکر نگاہیں نیچی رکھنا۔ دکھ دینے والے امور کا دور کرنا سلام کا جواب اور بھلے کا حکم اور ناپسند سے منع پھر مومن کو چاہیئے کہ اس سلسلہ کو اور بھی وسعت دے اور اپنی قوم میں اصلاح کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما۔ اگر مومنوں کے دو فرقوں میں مقابلہ ہو جائے تو ان میں اصلاح کر دو بلکہ جس کی زیادتی ہو۔ اسکا مقابلہ کرو یہاں تک کہ وہ حق سے رجوع کرے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ) یہ ایک شعبہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا۔

پھر اپنی قوم کی اصلاح سے اللہ تعالیٰ زیادہ توفیق دے تو غیر قوموں کی طرف رجوع کرے اپنے ملک کی خدمت میں لگ جائے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے پس امر بالمعروف کے لئے بھی یہی قانون ہے جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے جو حضرت صدیق فرماتے ہیں تو پھر انسان خاموشی اختیار کرے۔ اور دعاؤں میں لگ جائے وہ حالت یہ ہے۔ اذا رایت شحاً مطاعاً وھویً متبعاً ودنیا موثرۃ واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام۔ جب تو دیکھے کہ بخل اطاعت کیا گیا اور خواہش نفس کی پیروی کی گئی۔ اور دنیا کی پیروی کی گئی اور ہر ایک کا اپنی تجویز کو پسند کرنا تو پھر تو اپنی جان کی فکر کر اور عوام کو چھوڑ دے۔

اسی طرح امر بالمعروف کے لئے اس بات کا خیال رہے کہ اسکے یہ معنی نہیں کہ خدائی فوجدار بن جائے بلکہ موقعہ و محل کے مناسب اس شخص کی شان کے لائق بات کرے۔ چنانچہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہ السلام کو فرماتا ہے فقولا لہ قولاً لیناً لعلہ یتذکر او یخشٰی کہ اس سے نرم بات کرو۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑے اور خشیۃ اللہ اختیار کرے۔ اس میں کچھ

شک نہیں کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مشکلات کا سامنا ضرور ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ واصبر علیٰ ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور پر عمل پیرا ہیں۔ آخر میں ان کی طرف اسقدر رجوع خلائق ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایسے امور و آمر بالمعروف کو فرماتا ہے ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحاً نہ لوگوں سے منہ پھلائیو اور نہ اپنی کامیابی پر نازاں ہو جائیو۔

پس ہماری قوم کا جس نے ایک نبی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور جو ایک مامور من اللہ کے زیر سایہ تربیت یافتہ ہے یہ اہم ترین فرض ہے کہ وہ امر بالمعروف میں ایک نمایاں حصہ لے۔ سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح کریں نیک نمونہ بنیں پھر ہر ایک ممبر اس جماعت کا بلالحاظ اس کے کہ وہ کیا پیشہ کرتا ہے تبلیغ سلسلہ احمدیہ میں لگجائے۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو اس زمینداری میں اگر کوئی بڑھئی یا لوہار ہے تو اپنے اس کسب میں اگر کوئی تجارت پیشہ ہے یا وکالت پیشہ تو وہ اپنے اس پیشہ میں اپنے دوستوں۔ قریبیوں۔ ملنے والوں۔ آشناؤں کو بقدر اپنے فہم و فرصت و لیاقت کے امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا رہے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ فرض تو کسی واعظ کا ہے۔ ہماری جماعت کا ہر ایک فرد مبلغ بنے۔ اور اپنا فرض صحابہ کی طرح ادا کرے جنھوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھکر پیغام حق ایک عالم کو پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور سب بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ اس آیت قرآنی کی تعمیل کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔

نام کتاب	قیمت	خلاصہ مضمون
ادعیۃ الاحادیث	۱ر	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں۔
صادقوں کی روشنی	۱۲	حضرت مسیح موعود کی وفات پر جسقدر اعتراض ہیں انکا دنداں شکن جواب
البرق	۱ر	رد شیعہ
طبیب روحانی	۱ر	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھانے کے لئے
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۸ر	تمام اعتراضات کا دنداں شکن جواب سلطان محمد کے دستی رقعے کا عکس جسمیں اسنے اپنی عقیدت کا اظہار کیا
خصوصیات مسیح موعود	۸ر	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہیں
فائل تشحیذ ۱۹۰۹ء ۱۹۱۰ء ۱۹۱۱ء	فی فائل ۲ر	معارف حقائق کا خزانہ عجیب علمی مضامین کا گنجینہ
ادعیۃ القرآن	۲ر	قرآن مجید کی تمام دعائیں نثر و نظم ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی ہیں اخیر میں

کیا مسیح موعودؑ نے ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کیا؟

نادان معترض۔ افترا پرداز معترض۔ غلط فہمی پھیلانیوالا معترض کہتا ہی کہ مرزا صاحب نے ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کیا۔ بھلا جس شخص کی زندگی کا مشن ابن اللہ کے عقیدہ کو دنیا سے مٹانا ہو اور جو کسر صلیب کے لئے مبعوث ہُوا۔ اور جو اس کتاب کا متبع ہو جس میں یہ آیت موجود ہو۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۞ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۞ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۞ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۞ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۞ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (ترجمہ) اور کہتے ہیں رحمٰن نے اپنا بیٹا قرار دیا۔ اور تم نے ناروا بات ظاہر کی قریب ہی کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ کانپ کر گر جائیں اسپر کہ لوگوں نے رحمٰن کے لئے بیٹا قرار دیا۔ حالانکہ رحمٰن کی شایان شان نہیں۔ کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے نہیں ہے کوئی چیز آسمان و زمین میں مگر اللہ کے سامنے اپنی عبودیت کا اظہار کرتی ہی۔ اس کی نسبت یہ وہم و گمان بھی ہو سکتا ہی کہ وہ ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کریگا۔ ایک منصف مزاج خدا سے ڈرنے والے مومن کی زبان سے بے اختیار نکلیگا کہ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کذب و افتراء یہ بہتان اس معصوموں کے سردار پر کیوں ہی؟ کیا اسلئے کہ اسپر خداوند علیم و حکیم کی وحی نازل ہوئی۔

انت منی بمنزلة اولادی

سو اسکے لئے ہمارے ذمے تین باتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ہم حضرت اقدسؑ کی وحی دوسرے انبیاء کی طرح صادق و منجانب اللہ ثابت کر دیں۔ سو اسکے لئے ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں۔ اور یہاں ہم آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین پیش کرتے ہیں۔ فرماتا ہے

کہ اگر یہ رسول مجھ پر افترا کرے تو ہم اسے دہنے ہاتھ سے پکڑ لیں اور اسکی رگ جان کاٹ دیں۔ چونکہ نبی کریم کا زمانہ نبوت تیئس سال ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ کوئی متقول علی اللہ تیئیس سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے۔ پس حضرت مسیح موعود جو بعد از دعویٰ وحی و الہام چالیس سال سے زیادہ اور شروع صدی کے اعتبار سے ۲۵ سال زندہ رہے۔ ان کی وحی کا صادق و منجانب اللہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ اور اس ثبوت کے بعد کہ انپر جو کلام اترا۔ وہ خدائے قدیر کا کلام ہے۔ پھر کچھ اعتراض کرنا حضرت رب العزت پر اعتراض کرنا ہے۔

دوم یہ کہ اس قسم کی وحی پہلے انبیاء کی وحیوں میں بھی دکھا دی جائے۔ سوم یہ کہ اس نبی پر جو کلام اترا ہے۔ اسکے محکمات میں سے دکھا دیا جائے۔ کہ ان کا دعویٰ ابن اللہ ہونیکا نہیں تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ الہام میں ولدی نہیں۔ بلکہ بمنزلہ ولدی ہے۔

نمبر دوم و سوم کے لئے میں حضرت اقدس ہی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ جو اس الہام کی تفسیر میں آپنے دافع البلاء میں لکھی ہے۔ صفحہ ۶

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اسکا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے۔ اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم۔ ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی بھی کہا۔ اور یہ بھی فرمایا فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم۔ پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت بحوالہ خدا کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا اولاد اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اسکے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو۔ اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد

والخیر کلہ فی القرآن۔

اس عبارت کے پڑھ لینے کے بعد کسی کا حق نہیں کہ وہ آپ کے ابن اللہ بننے کے دعوے کو ثابت کرے۔ بلکہ اس الہام سے تو ہمیں مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں جو غلط فہمی عیسائیوں کو ہوتی ہے اسکا حال بھی کھلتا ہے۔ چنانچہ امام ہمام علیہ السلام نے توضیح مرام میں جیسا کہ انبیاء کرام کی طرز ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہر مسئلہ کے راست حصہ کی تصدیق اور غلط حصے کی تغلیط کرتے ہیں۔ بیان فرمایا ہے۔ (صفحہ ۲)

"اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ کیا شے ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے۔ جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے۔ جو داعی الی اللہ اور اسکے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے۔ جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ جسکا نام روح القدس ہے سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اسوقت سے سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ اپنے ارادۂ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی محبت

سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الہٰی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے"

آخری الفاظ غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ آپ نے موجودہ تثلیث وابنیت رائج بین النصاریٰ کو باطل ٹھہرایا ہے۔ اور جس قدر کہنا جائز ہے اسے کھول کر لکھدیا ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے آپ ارشاد کرتے ہیں۔

"اعلیٰ وارفع مرتبہ وحی کا اس کو (نبی کریم) عطا ہوا۔ اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہے۔ کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسکا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے × × × اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے۔ کہ اسکو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گزشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیدیا ہے۔ اور اسکا آنا خدا تعالےٰ کا آنا ٹھہرایا ہے"

پس نبی کریم صلعم کو چوزن سن (خدا کا منتخب بیٹا) کہنا در حقیقت انکے درجہ کو نہ پہچاننا ہے۔ اور اس میں آپکی ہتک ہے جیسے کہ ربّ کو اَبْ کہنا ما قدروا اللہ حق قدرہٖ کا مورد بنتا ہے کیونکہ اَبْ کا تعلق عارضی ہے اور ربّ کا دائمی و دم ربّ کا کام ہے پیدا کرنا اور پھر پیدا کر کے اسے کمال تک پہنچانا۔ اور یہ کام اب (باپ) کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سے لیکر اس زمانے کے بزرگان

عظام تک کسی نے اللہ تعالےٰ کو باپ کے لفظ سے مخاطب نہیں کیا۔ کہ وہ ذات بابرکات اس سے بلند وارفع ہے

مسیح کے بے باپ پیدا ہونے میں ایک یہ نکتہ معرفت بھی ہے کہ انسان بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر بغیر رب کے ایک لمحہ بھی اپنی ہستی قائم نہیں رکھ سکتا۔ البتہ استعارہ کے طور پر طفل وولد صوفیاء کرام میں ذائع ہے اولیاء اطفال حق اند اے پسر مگر جو بات عبد میں ہے وہ اس لفظ میں نہیں۔ اسلئے نبی کریم صلعم کی شان میں عبدہ آیا صلے اللہ علیہ وسلّم

کوئی معزز فرشتہ ابلیس نہیں بنا

فرشتوں کی ہستی سے بیخبر لوگ یا تو سرے سے انکی ہستی ہی کے قائل نہیں۔ یا ان کی صفات کے متعلق دھوکا کھاتے ہیں۔ اس زمانے کے مامور نے جس نے فرشتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور جو ان سے شدید تعلق رکھتا تھا۔ بلکہ اسکے گرد فرشتوں کا پہرہ تھا۔ اسنے بتایا کہ فرشتے ایک مستقل نوری وجود ہیں۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے نہایت فرمانبردار ہیں۔ ان میں سرکشی نافرمانی کا مادہ ہے ہی نہیں آسمان پر انکے وجود سے موضع قدم بھی خالی نہیں۔ وہ نیچے زمین پر بنفسہٖ نہیں اترتے۔ بلکہ ان کا تمثل ہوتا ہے۔ وہ نورانی اجسام اور ذات عالم سے ایک مجہول الکنہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور مثال کے طور پر ایسا کہہ سکتے ہیں۔ کہ جیسا جسم کو جان کیساتھ ہے۔

قرآن مجید کی آیات پر تدبر کرنے سے بھی یہی حق معلوم ہوتا ہے۔ اس میں فرشتوں کے متعلق کئی کام آئے ہیں۔

۱۔ تدبیر و تقسیم اوامر۔ فرماتا ہے وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ کے ثبوت میں بیج بکھیرنے والی اور پھر پھل کا مادہ پیدا کرنیوالی۔ پھر نرمی کیساتھ چلنے والی ہواؤں اور امور تقسیم کرنے والے

فرشتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

(ب) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ سب سے قطع تعلق کر کے کام میں غرق ہو جانے والوں۔ اور پھر اسے خوشدلی سے کرنے والوں۔ اور اس کام میں بڑھ بڑھ کر کوشش کرنے والوں۔ پھر کاموں کی تدبیریں کرنے والوں کی قسم۔

۲-حفاظت (۱) ان کل نفس لما علیہا حافظ ہر ایک نفس پر ایک حافظ ہے (۲) وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ (وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر حفاظت کرنیوالے بھیجتا ہے (۳) لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ہر آدمی کے لئے نگہبان فرشتے ہیں۔ اسکے آگے اور پیچھے اللہ کے حکم سے نگہداشت کرتے ہیں۔

۳- اعمال کا لکھنا (۱) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ انسان کوئی بات نہیں کرتا کہ اسکے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے (۲) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ اور تم پر باعزت لکھنے والے نگہبان ہیں۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو

۴- روح قبض کرنا (۱) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (کہدے موت کا وہ فرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ جو تمہاری روح کو قبض کرتا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤگے) (۲) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔ اور جب کسی کی تم میں سے موت آتی ہے۔ تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ہمارے احکام کی تعمیل میں ذرا بھی تقصیر نہیں کرتے۔

۵-کلام الٰہی پہنچانا اور اس کی حفاظت (۱) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (اتارا ہے اسے روح امین نے تیرے قلب پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو)

(ب) فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

لَدَيْهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اللہ اس پیغمبر کے آگے پیچھے پہرہ مقرر کر دیتا ہے تا معلوم ہو کہ فرشتوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور اللہ نے اس چیز کو جو ان کے پاس ہے احاطہ کر لیا ہے اور ہر شے کا شمار ضبط کر رکھا ہے)

(ج) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (سب حمد اللہ کے واسطے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا۔ اور فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے)

(د) اللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے بعض کو اپنی پیغام رسانی کی خدمت عطا فرماتا ہے)

(و) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (یہ بزرگ فرستادہ باری تعالیٰ کا قول ہے جو قوت والا صاحب عرش حضور مقرب مطاع اور پھر امین ہے)

۶۔ جنت و نار پر نگہبانی (ا) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (اور فرشتے ان جنتیوں کے پاس ہر دروازہ سے جاتے ہیں۔ سلام تم پر بوجہ تمہارے صبر کے اور آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے)

(ب) وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (اور ہم نے دوزخ والوں پر نہیں مقرر کیا۔ مگر فرشتوں کو)

۷۔ تسبیح و تقدیس و استغفار برائے مومناں (ا) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (فرشتے جو عرش باری اٹھائے ہوئے اور جو اسکے گرد ہیں۔ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں)

(ب) وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (اور ہم تیری تسبیح و تحمید و تقدیس کرتے ہیں)

(ج) اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور ہم صف باندھنے والے ہیں۔ اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں)

(د) وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (اسی اللہ کا ہی جو آسمانوں میں اور زمین میں ہی۔ اور جو اسکے حضور میں ہیں یعنی فرشتے وہ اسکی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے۔ اور نہ سست ہوتے۔ رات اور دن تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں)

(ہ) بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (وہ معزز بندے ہیں۔ اور وہ اسکے سامنے بڑھکر نہیں بولتے۔ اور وہ اسکے حکم پر کام کرتے ہیں)

(و) وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (اور وہ اسکے خوف سے ڈر رہے ہیں)

(ز) لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو انکو حکم دے اور وہی کرتے ہیں۔ جو حکم دیے جاتے ہیں)

ان آیات کے پڑھ لینے کے بعد کسی کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ فرشتوں جیسی پاک مخلوق جس کی بالخصوص یہ شان ہی۔ جو آخری چھ نمبروں میں بیان ہوئی کبھی نافرمانی کرسکتی ہی۔ پھر یہ کہنا کس قدر لاعلمی پر دال ہی۔ کہ کسی فرشتے معزز فرشتے نے خدا کے حکم سی سرتابی کی۔ اور وہ درگاہ باری تعالیٰ سی راندہ گیا۔ ابلیس کو فرشتہ کہنا یا یہ کہ وہ بوجہ اپنی عبادت کے فرشتوں میں جا ملا تھا۔ قرآن مجید سی ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ عقیدہ سراسر اسکے خلاف ہے اور میں تعجب کرتا ہوں۔ کہ بعض اعیانِ اسلام اسکے کیونکر قائل ہیں۔ کیا وہ قرآن مجید میں نہیں پڑھتے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اللہ کے حکم سی انکار کیا تکبر کیا اور وہ کافروں ہی میں سی تھا) کیا فرشتے حکم الٰہی سے انکار کیا کرتے ہیں۔ یا ان کی شان میں یفعلون ما یومرون اور بامرہ یعملون آیا ہی۔

(۲) كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ الکہف ۵۰ (وہ ابلیس جنوں میں سی تھا۔ اور اسنے اپنے رب کے حکم سی انکار کیا) اس صریح نص کے ہوتے ہوئے ابلیس کو فرشتوں میں سی جاننا یا کہنا حد درجہ کی بیباکی و دیدہ دلیری ہی۔ بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا ہی اسلئے ابلیس فرشتہ تھا۔ یا فرشتوں کے

گروہ میں شامل تھا۔ یہ عقیدہ بھی غلطی پر مبنی ہی۔ کیونکہ فرشتوں کے بارے میں آچکا ہی۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں میں ہی اور زمین میں جانداروں میں سے اور فرشتے بھی وہ تکبر نہیں کرتے اپنے رب کا اپنے اوپر خوف کرتے ہیں۔ اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہی وہ کرتے ہیں) پس یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ابلیس فرشتہ ہوتا۔ اور پھر اسے سجدہ کا حکم دیا جاتا۔ اور وہ سجدہ نہ کرتا۔ پھر دیکھو۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (سجدہ کیا سب کے سب ملائکہ نے) جس سے ظاہر ہی۔ کہ جو ملائکہ تھے۔ ان سب نے تو سجدہ کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہیں رہا۔ کلہم اور اجمعون دو لفظ موجود ہیں۔ پھر ابلیس باوجود فرشتہ یا فرشتوں کے گروہ میں ہی ہونے کے کیونکر نکل سکتا تھا۔ ہاں وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ جب حکم سجدہ کا فرشتوں کو تھا۔ تو پھر ابلیس اگر فرشتہ یا فرشتوں کے گروہ میں بوجہ عبادت وغیرہ شامل نہیں ہو گیا تھا۔ تو کیوں اِلَّا اِبْلِیْسَ فرمایا یعنی ابلیس کو مستثنیٰ کیا۔ ایسے معترضوں کو شاید یہ علم نہیں۔ کہ استثنا منقطع بھی ہوا کرتا ہی جیسے جاءنی القوم الا حمارا تو اب یہ کوئی عقلمند نہیں کہیگا۔ کہ حمار بھی انسانوں یا انسانوں کے گروہ میں کا ایک فرد ہی دوم۔ اعلیٰ گروہ کو جو حکم دیا جائے۔ ادنیٰ اس میں خود بخود آجاتے ہیں جب فرشتوں کو حکم سجدہ کا ہوا۔ تو قوم جن جو ان سے کمتر درجے کی اور ہی۔ اس حکم کی مخاطب خود بخود ہو گئی یعنی فرشتوں کو حکم دینے کے یہ معنے تھے۔ کہ دوسرے گروہ بھی آدم کی فرمانبرداری کریں۔ سوم۔ ہم ایک آیت سے یہ بھی دکھا سکتے ہیں۔ کہ خاص ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ۔ (کہا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے جب میں نے تجھے حکم دیا) اس آیت کو پڑھ کر تو کوئی عذر بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اور یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہی کہ کوئی معزز فرشتہ ابلیس نہیں بنا۔ اور نہ قرآن یہ کہتا ہی۔ کہ تکبر سے فرشتے بھی شقی بن جاتے ہیں ✤

تاریخی شذرات

ایک نام کے مسلم کی شر انگیزیاں

علاقہ گجرات کے ایک نومسلم لڑکے کو خسرو خان کا خطاب دیکر مبارک خلجی نے اپنا دین وایماں اور ملک وحشمت اس کے سپرد کردیا۔ اور نہ جانا کہ قبل از امتحان اس درجہ کا اعتماد قرآن مجید کی تعلیم کے برخلاف ہے

اس غلطی کا جو خمیازہ اسکو اٹھانا پڑا۔ وہ سب کو معلوم ہے اسے گورنر جنرل بنا کر مالابار کی فتح پر مامور کیا۔ جہاں اسنے اپنے ہاتھ خوب ہی رنگے۔ اور اسلامی سوداگروں کا مال لوٹ لیا اور پھر بغاوت کے خیالات دماغ میں سما گئے۔ مگر تمرد و سرکشی کو عمل میں لانے کے لئے بھی ایک جرأت اور ہمت چاہیئے۔ جب شکایتیں سلطان کے حضور پہنچیں۔ اور رشوے بہا کر اپنی بریت کرلی۔ کہ میں تو اسلام پر فدا ہوں حضور کی نوازش خسروانہ پر لوگ حسد کرکے چغلیاں کھاتے ہیں۔ مبارک تو اسیر گیسوئے پیچاں تھا۔ یہ بیان سچ مان لیا۔ اور اصلی ہوا خواہوں کو قتل کرادیا۔

میدان خالی پاکر خسرو خان نے خوب پر پرزے نکالے۔ اور مسلمانوں کے مقابل نامسلمانوں کے راگ الاپنے لگا۔ اور بالآخر انہی کو دربار میں بھرتی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اسکی اپنی قوم کا ایک خاصہ جتھا ہوگیا۔ جو بقول فرشتہ چالیس ہزار سوار تھے۔

اب قتل شاہ کے منصوبے گانٹھنے لگا۔ اور اسکے لئے اس نے خاص محل شاہی میں اپنا عمل دخل شروع کیا۔ اور لطائف الحیل سے اسکی قفل برداری کا اہتمام بھی اپنے قبضے میں کرلیا۔

قاضی ضیاء الدین نے اصل معاملہ سے بادشاہ کو اطلاع دی اور خطرے سے آگاہ کیا۔ مگر اسکا فائدہ بجز اسکے اور کچھ نہ ہوا۔ کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال لیا۔ کیونکہ مبارک خلجی کی دیوانگی کا یہ عالم تھا۔ کہ جو واقعہ ہوتا بے کم وکاست خسرو خان سے کہدیتا۔ اور وہ مکر و فریب سے اسکا اثر محو کرلیتا۔ اور اس طرح پر اسے منصوبے عملی صورت میں لانیکا موقعہ ملجاتا۔ اور وہ برابر کامیاب ہوتا رہتا۔ آخر ایک رات قاضی ضیاء الدین جب

پہری والونکی دیکھ بھال کیلئے رات کو آیا۔ تو خفیہ سازش منصۂ ظہور میں آئی۔ اور اسی خسرو کے ہمقوم ایک شخص جاہر نے تلوار کے ایک ہاتھ سے اسکا فیصلہ کردیا۔ جب شور اٹھا۔ تو بادشاہ جسے محل میں خسرو خان نے باتوں میں لگا رکھا تھا۔ چونکا ہوا۔ اور پوچھا یہ کیسا شور ہی۔ تو خسرو نے باہر نکل کر اندر غلط رپورٹ سنائی کہ کچھ نہیں اصطبل میں گھوڑوں کے چھوٹ جانیسے ایسا ہُوا۔ اتنے میں چند شورہ پشت باغی اندر گھس آئے۔ اور خسرو خان نے یہ پاکر جھٹ آنکھیں بدل لیں۔ اور بادشاہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ بادشاہ نے بہتیری ہاتھ پاؤں مارے مگر اتنے آدمیوں کے مقابل کیا کرسکتا تھا۔ اسی جاہر نے تلوار چلائی۔ اور بادشاہ ہلاک ہوگیا۔ اسکے بعد حرم سلطانی میں جو ستم انہوں نے ڈھائے۔ انکو دہرانا نامرغوب ہی۔ تمام مستحقان سلطنت کو چن چن کر قتل کردیا۔ اور مبارک کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اور باقی عورتوں کو اپنے بھائی بندوں میں تقسیم کردیا۔ تخت پر بیٹھکر جو اودھم مچایا۔ خدا کی پناہ کہتے ہیں مسجدوں میں بت رکھوا دئے تاکہ اسکی بھائی اپنے مذہبی خیال کے مطابق وہیں پوجا کریں۔ اور قرآن مجید سے کرسیوں کا کام لیا۔ گاؤکشی مطلق بند کرادی۔ آخر ایک سلطانی نمکخوار غازی بیگ نے اسکی سزا دہی پر کمر باندھی۔ اور چند وفادار سپاہیوں کو ساتھ لیکر اس نے حملہ کردیا۔ بزدل خسرو میدان جنگ سے بھاگا۔ اور بھیس بدلکر ایک مقبرہ میں چند روز چھپا رہا۔ بھوک سے بیتاب ہوکر ایک شخص کو اپنی انگوٹھی اتار کردی کہ بازار سے کھانا لائے۔ راز طشت از بام ہوگیا۔ اور پولیس نے گرفتار کرلیا۔ اور شاہ کے قصاص میں مارا گیا۔

حکمت سے جوش پیدا کردیا

راجہ دہلی نے جب دیکھا۔ کہ مسلمان بہادروں کے مقابل میں کچھ پیش نہیں جاتی اور میری قوم کے لوگ سُست ہیں۔ تو اسنے ایک برہمن کو سکھایا۔ کہ تم کوئی ایسا خواب سناؤ کہ لوگ جوش میں بھر جائیں۔ پُر پلیٹکل رمز شناس برہمن نے دوسرے روز سنایا۔ کہ وہ بت جو غزنی میں (محمود کے ذریعے) گیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں پھر ہندوستان آیا چاہتا ہوں۔ تاکہ اپنی پجاریوں کی مدد کروں۔ پس سب کو چاہیئے کہ وہ نگر کوٹ کی فتح کے لئے ہمہ تن تیار ہوجائیں۔ ایک بُت نگر کوٹ کے پہلے بُت کی سند بناکر باغ میں انکو رکھادیا گیا۔ اور صبح راجہ اپنی حوالی موالی پروہتوں اور سرداروں کو لیکر برہنہ پا اسکی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور عرض کیا مہاراج نے بڑی کرپا کی۔ کہ ایک ہی رات میں غزنی سے ہند پہنچگئے۔

"الحمد میں تناسخ کا رد"

"فاضل جلیل جناب مولوی امام الدین صاحب نے الحمد کی ایک بے نظیر تفسیر لکھی ہے جس میں اسلامی مسائل کا حل اور مذاہب باطلہ کا رد کر کے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ الحمد سورہ فاتحہ ام الکتاب ہے۔ ایک حصہ اس تفسیر کا جو پہلی آیت کی تفسیر اور تناسخ کے بارے میں ہے۔ ذیل میں دیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین اس سے مستفید ہونگے۔ اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جا سکیگا۔"

الحمد کے معنی الحمد سے پتہ لگتا ہے۔ کہ سب خوبیاں اس میں ہیں۔ اور وہ تمام قباحتوں اور نقصوں سے پاک و مطہر ہے۔ اور العالمین کا رب یعنی پروردگار ہے۔ پس وہ عالمین کا عین کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر وہ الرحمٰن ہے۔ سب حیوانات کے لئے سامان زندگی بدوں انکی درخواست و کوشش کے مہیا کرنیوالا ہے۔ اور رحیم ہے یعنی بعض نعمتیں انکی دعا اور سوال اور کوشش پر اپنے مقاصد کے حصول میں سعی کاروں اہل شعور اور عقلمند کارگزاروں کو بخشنے والا ہے۔ پس وہ مرحوم کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان سے غیر ہوا۔

اللہ موجودات کا خالق ہے ہاں یہ درست ہے کہ یہ موجودات عدم میں تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھے اعیان ثابتہ یعنی معلومات الہیہ پر اسکے ہی وجود کا فیضان اور رشحہ پڑا۔ تو ان اعدام نے کسوت وجود پہنا۔

جیسے روح القدس سے فیضیافتہ اہل کمال بلکہ مشاقان خیال اپنی قوت علمیہ اور ہمت قدسیہ سے کئی اشیاء متصورہ کو لوگوں کے سامنے بمنزلہ محسوسات مشاہدات کے بنا سکتے ہیں۔ اور ناظرین معتقدین و غیر مریدین کو عجائبات دکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ مریدان اہل مکاشفہ اپنے پیروں کے توجہات سے کئی ارواح مجسمہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے ملاقات کر کے مکالمات سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے جسم دیکھنے میں نہیں آسکتے۔ بلکہ کئی معانی اور معارف بھی ایک اجسام نورانیہ کی صورت میں دیکھ لیتے

ہیں۔ اور یوگیوں اور اہل مسمریزم کے مجالس کے ہمنشینوں اور معمولوں کو عجائبات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں۔ کیا یہ نیست ہست نما امور نہیں ہیں؟ ویسے ہی اللہ تعالےٰ قادر مطلق ان معلومات مقدرہ کو اپنے وجود باوجود کے فیضان اور پرتو سے کسوت وجود پہنا دیتا ہے۔ اور معدومات کو موجودات کے رنگ میں متلبس کر دیتا ہے۔

نابود کس طرح موجود ہوا

آریہ کہتے ہیں کہ نیستی سے کبھی ہستی نہیں ہو سکتی۔ اور نابود کبھی موجود نہیں بن سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ نیستی خود بخود ہست نہیں بنجاتی۔ مگر امر علمی کو اپنے ارادہ سے ہم موجود بنا سکتے ہیں۔ اور موجود ذہنی کو موجود خارجی کر سکتے ہیں۔ تو کیا خلاق عالمیان سرب شکتیمان اپنے امور علمیہ کو اپنے ارادہ اور قدرت سے خارج میں موجود نہیں کر سکتا۔ بیشک کر سکتا ہے۔ اور ضرور بنا سکتا ہے۔ وہ ہست ہے اور اسکا علم بھی ہست ہے۔ اور اسکا ارادہ اور قدرت بھی ہست۔ اور موجود ہے پھر نیستی سے ہستی کیا ہوئی بلکہ ہستی سے ہی ہستی ہوئی۔ اور ہستی سے نیستی یوں ہوتی ہے جیسے کثیف سے لطیف اور لطیف سے الطف۔ چنانچہ برف سے پانی پانی سے بخار اور ایسا بخار جو محسوس تک نہیں ہوتا۔ یعنی حالات بدلتے ہی پھر موجود فی الخارج لطیف ہو کر وجود علمی میں چلا جاتا ہے۔ ہاں ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ وجود باری بنجاتا ہے۔ پس یہی کہ معلومات الٰہیہ وجود باری سے فیضیافتہ ہو کر اسکا پرتو پاکر موجود فی الخارج ہو جاتے ہیں۔ اور موجودات خارجیہ اسی کے ارادہ اور قدرت سے پھر اس وجود خارجی کا لباس چھوڑ کر وجود علمی میں چلے جاتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ پھر جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مواد جامدہ برسات کے موسم میں نباتات اور حیوانات بنجاتے ہیں۔ اور روح نباتی اور روح حیوانی بلکہ روح انسانی کا کوئی وجود اس سے پہلے نہیں ہوتا۔

روح باہر سے نہیں آتی

یہ غلط ہے کہ خارج سے کوئی روح اس میں آپڑتی ہے۔ جس سے تناسخ (آواگون) کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس امر کا کوئی ثبوت ہمیں نہیں ملتا۔ کہ کوئی روح پہلے جسم کو چھوڑ کر ایک نئے جسم میں آتی ہے۔

تناسخ ماننے والوں کا اعتراض

کہتے ہیں کہ اگر یہ نہیں تو آدمیوں بلکہ حیوانوں اور نباتات

کے متفرع ۔ متفرق احسن ۔ اقبح قوی ۔ ضعیف ۔ صحیح ۔ بیمار ۔ منعم ۔ مفلس کم و بیش ہونیکی کوئی وجہ نہیں بن سکتی ۔ اور ایسا کرنے سے خدا تعالیٰ کی عدالت اور انصاف پر ظلم کا داغ لگتا ہی جس سے وہ پاک و اقدس ہی یعنی انسان کے اعمال کا نتیجہ یوں ملتا ہے ۔ کہ روحکو مطابق اعمال کے جسم ملتا ہی ۔ اور اس میں ہوکر نیکیوں کے بدلے سکھ اور بدیوں کے عوض دکھ پاتا ہی ۔

اس اعتراض کا پہلا جواب اسکے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ تنوع اور تفرقہ جو انسانوں حیوانوں یا نباتاتی کائنات میں پایا جاتا ہی ۔ یہی تنوع و تفرق جمادات میں بھی ہی ۔ جن میں آواگون کو کوئی دخل نہیں ۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کمی بیشی کسی جزا سزا کے متعلق نہیں ۔ جیسے کسی پتھر کو لعل اور کسی کو بے ڈھنگا بدرنگ غیر شفاف کوئی مربع کوئی گول کوئی قیمتی کوئی نکما وغیرہ وغیرہ بنایا گیا ہی ۔

اختلاف کی فلاسفی اور یہ اختلاف اعمال کا نتیجہ نہیں ہی ۔ بلکہ کمی بیشی اعلیٰ قسم کو ادنیٰ جنس کا مخدوم اور ادنیٰ کو اسکا خادم دحفظ کرنے و بہجی قسم دیگر فوائد کے واسطے ہے ۔ اسی طرح متفرق فوائد کے لئے نباتات کے اقسام بنائے گئے اور مختلف حیوانات کے لئے مختلف قسم کے نباتات اور بعض نباتات دوسرے بعض کے خادم اور معاون بنائے گئے ۔ اور حیوانات میں بعض دوسری بعض کی غذا جیسے ہرن شیر بھیڑئے کی ۔ ایسا ہی بہت سے حیوانات اور نباتات ایک دوسری کی خوراک ہیں ۔ یہ امر کسی پچھلے جنم کے عوض میں نہیں ہے ۔ بلکہ یہ بطور تربیت اور بوجہ انتظام ایسا ہو رہا ہی اگر خادم و مخدوم میں فرق نہ ہوتا ۔ تو سلطنت اور کارخانجات کیسے چلتے ۔

دکھوں کی فلاسفی اور اگر بیمار محتاجان تیمار اور مساکین بیکس کے غمخوار نہ ہوتی تو اخلاق حمیدہ کا اظہار کسطرح ہو سکتا ۔ اور حکمت طبابت کے دقائق کیسے ظاہر ہوتے ۔ مسکین محتاج نہ ہوتے ۔ تو سخی جوانمرد کی خوبی کیسے ظاہر ہوتی ۔ دردمند نہ ہوتے تو ہمدردی کون کرتا مریض نہ ہوتے تو بیمارداری کا ثواب کون لیتا ۔ طب ڈاکٹری کے کرشمے کس طرح ظاہر ہوتے ۔ تکالیف کا وجود نہ ہوتا ۔ تو صبر و رضا بقضائے اور تسلیم اور توکل کے درجات کس طرح ملتے ۔ بیچوں کی تکلیفوں کا سامنا

نہ ہوتا۔ تو والدین کی پرورش و تربیت یا ترک حقوق اولاد کیسے ظاہر ہوتے۔ بعضے بچے پیدا ہوتے ہی سخت مصیبتوں میں پڑتے ہیں۔ اور کتنی ان ہی مصائب میں مرجاتے ہیں۔ ان تکلیفوں کے رفع کے واسطے ماں باپ بڑی ہی کمال ہمدردی کا اظہار کرکے بڑے درجات پاتے ہیں۔ اور طب ڈاکٹری کے حقایق کھلتے ہیں۔ اور بچوں کو ان تکلیفوں کے عوض میں بعد الموت عالم برزخ میں بڑے بڑے درجات اور برکات ملتے ہیں۔ ان اللہ مع الصابرین انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ بچے بھی ایک قسم کا صبر رکھتے ہیں۔ وہ شکایات نہیں کرسکتے۔ ہفوات اور کلمات ناشایستہ اور حرکات ناشایستہ سے پاک ہیں۔ اور ہزاروں بیمار سینکڑوں دکھ پاکر اپنے گناہوں کا کفارہ پاتے ہیں۔ اور ہمدردی کرنے والونکو ثواب دلاتے ہیں۔ اور ایسے موقعہ پر عمدہ اخلاق کا اظہار ہوتا ہے غرض ان تکلیفوں میں جو حیوان اور انسان کے افراد میں دیکھی جاتی ہیں۔ ایسی ایسی لاکھوں حکمتیں اللہ تعالے نے مخفی رکھی ہیں۔ یہ ظلم اور ناحق نہیں۔ بلکہ ان جانداروں کے تربیت اور حوصلہ افزائی اور صبر اور غیروں کے لئے عبرت اور ہمدردی کا سبق اور اہل اخلاق کے مخفی قواے و اوصاف کا اظہار مقصود ہے۔

اگر یہ دکھ جزا و سزا کے لئے ہیں تو اسکا علم ضروری ہے

اگر جزا و سزا ہوتی ہے۔ تو جانورونکو اطلاع دینی ضروری تھی۔ کیونکہ حاکم اگر کسی مجرم کو سزا دے اور اطلاع نہ دے۔ کہ فلاں جرم اور فلاں گناہ کے عوضانہ میں یہ بلا آرہی ہے۔ تو سزا دینے سے کیا حاصل؟ کیونکہ سزا دینے کی غرض تو یہ ہوتی ہے۔ کہ مجرم سزا پاکر پھر کبھی جرم کا مرتکب نہ ہو۔ نہ یہ کہ چوراسی ہزار یا کم و بیش جون میں جاکر اور دکھ سہکر محسوس بھی نہ کرے۔ کہ یہ سزا ملتی ہے۔ یا ناحق مجھ پر ظلم ہورہا ہے۔ سزا میں حاکم کی یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ اسکا نفس امارہ بدی سے باز آکر مزکی و مصفا ہوجائے۔ بیخبر سزائیں پاکر وہ روح بد کس طرح پاک ہوسکتی ہے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نباتی روح تو بے حس و حرکت اور بے شعور محض ہے۔ اور اسے سزا یا جزا کا پتہ ہی نہیں ایسے ہی حیوان غیر انسان کو بھی گو کچھ شعور ہے۔ مگر اس میں یہ سمجھ کہاں۔ کہ مجھے کسی جرم کی سزا مل رہی ہے فرضی طور پر سمجھ لینا کہ حیوانات لاتعقل اپنے سزا یابی سے واقف ہیں۔ نرا دعوی بلا دلیل ہے

رہا انسان سو اس میں کسی کو کیا خبر ہے۔ کہ وہ اس جسم سے پہلے بھی کسی اور جسم میں رہتا تھا۔

رشی منی کن معنوں میں تناسخ کے قائل تھے

رہا اخیار اہل عرفان و صاحبان گیان تہان سو وہ بھی مختلف البیان ہیں کوئی تناسخ کا قائل کوئی منکر بلکہ اکثر انکار کرتے آئے ہیں۔ اور قائلین کی مراد کیا معلوم کہ کیا تھی۔ اگر تناسخ سے یہ مراد ہو۔ کہ اس دنیا سے باہر یعنی عالم حشر و نشر اور آخرت میں یہ روحیں نئے جسم میں جا کر جزا و سزا بھگتینگی۔ تو اس امر کا کوئی اہل مذہب انکار نہیں کرتا۔ سب ہی قائل ہیں۔ غالباً ہند کے رکھی منی اسی تناسخ کے قائل ہونگے۔ یا تناسخ کے یہ معنے ہیں۔ کہ روح انسانی بعد نزع اور جان کندن کے ایک اعمالی بدن میں جو مطابق اعمال اسے ملتا ہے چلی جاتی ہے۔ اور جزا و سزا پاتی ہے۔ جیسے عالم قبر میں مسلّم اہل اسلام ہے۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ انسان ہر ایک حالت میں روحانی طور پر اواگون میں ہے۔ مثلاً انسانی اخلاق سے متخلق ہو۔ تو روحانی طور پر انسان ہے۔ اگر کتے یا سور یا کسی حیوان لایعقل کی خصلتیں اس پر غالب ہیں۔ تو وہ بظاہر انسان باطناً اسی حیوان کی شکل میں ہے چنانچہ اکثر اہل مکاشفات اسکی شہادت دیتے ہیں۔

تیسرا جواب تناسخ پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ جب ارواح و اناث کا پتہ نہیں۔ کہ کس عورت کی روح ہے۔ اور وہ کسی مرد سے ہمبستر ہو۔ تو اس مرد و زن کو کیا معلوم کہ پہلی جون میں یہ عورت اس مرد کی ماں تھی یا بہن یا بیٹی جب یہ تمیز نہیں تو خداوند کریم پر یہ اعتراض لازم آتا ہے۔ کہ کیوں نہیں معلوم کروا دیتا۔ کہ یہ زوجیت ناجائز ہے یا جائز۔

چوتھا جواب اور نیز اگر تناسخ کے سبب ہی یہ انسانوں حیوانوں بلکہ نباتات کا تفرقہ ہے۔ تو جب پہلے پہل اللہ تعالےٰ نے مخلوق پیدا کی تو کس گناہ کے بدلہ میں ان نجات یافتہ روحوں کو ان جونوں میں پھنسایا۔ اور کیوں مکتی خانہ سے ناحق باہر نکال دیا۔ اور پھر نکال کر کسی کو مرد اور کسی کو عورت کس بنا پر بنا دیا۔ اور انکی پرورش کے واسطے کئی حیوان کیوں بنائے۔ مثلاً گائے بکری گھوڑا۔ اگر اس سے پہلی مخلوق کے اجسام میں جو گناہ انہوں نے کئے تھے۔ اسکے بدلے میں یہ اواگون ہوا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ سب سے اول تو صرف مواد صرفہ اور ارواح صرفہ ہیں۔ اسوقت انہوں نے کیا گناہ کیا تھا؟

پانچواں جواب اور پھر یہ بھی سوال ہے۔ کہ پہلے پہل مواد اور ارواح پر پرمیشر نے کیوں تصرف کیا۔ وہ مواد اور ارواح ایشور سے کیا تعلق رکھتے تھے جبکہ وہ اپنی اپنی جگہ قدیم سے موجود تھے۔ جیسے ایشور نہ وہ انہیں پیدا کرنیوالا یعنی عدم سے وجود دینے والا نہ تربیت کرنیوالا اسنے ناحق مکتی یافتہ یعنی آزاد ارواح کو پکڑ کر اس اواگون کے پھندے میں کیوں ڈالدیا۔ گویا بقول قائمین تناسخ یہ ناحق ظلم کر دیا۔

ایک عذر پر چھٹا جواب کہتے ہیں۔ کہ مکت یافتہ ارواح پر کوئی نہ کوئی پاپ اجو مکت معہودہ معینۃ المیعاد کا مانع نہیں ہو سکتا) ہوتا ہے۔ جس کے عوض وہ احکم الحاکمین بعد گزرنے مدت مکتی معینہ کے پھر انہیں دنیا پیدا کرنیکے لئے اس اواگون میں لے آتا ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ وہ بقیہ پاپ باوجود جریان سلسلہ اواگون کیوں رکھا جاتا ہے۔ گویا یہ بھی ایشور کی مجبوری ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ بوجہ اس مجبوری کے کہ نئی مخلوق کسطرح پیدا کروں۔ نجات یافتہ ارواح پر کوئی نہ کوئی قصور رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ آئندہ بیچارہ سلسلہ مخلوقات کیسے جاری رکھیگا۔

ساتواں جواب پھر تناسخ کا عقیدہ خدا کے سرب شکتیمان ہونے پر حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ نئی روح اور نئے مواد بنا ہی نہیں سکتا۔ اور اسکی طاقتیں محدود ہیں۔

آٹھواں جواب پھر یہ بھی اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے تو اواگون کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ اور مخلوق کے تنوع اور تخالف کے لئے یہ مغفرت اور عفو ایک روک ہے۔ عجیب عقیدہ یہ ہے۔ کہ انسان کی فطرت تو یہ چاہتی ہے کہ جب کوئی شخص نادم ہو کر توبہ کرے اور روئے چلائے تو اسکا قصور گو کیسا ہی ہو معاف کر دیا جائے۔ مگر پرمیشر سرب شکتیمان الرحیم الرحمان کی نسبت یہ بدگمان کہ وہ ایک ذرا سا قصور بھی معاف نہیں کر سکتا۔ اور پھر چھوڑتا ہی نہیں۔ یہانتک کہ اگر کوئی پاکباز نیکیاں کر کر کے نہایت مزکی مصفا باخدا انسان بن جائے تو بھی بعد از مدتے مکتی خانہ سے پکڑ کر باہر لایا جاتا ہے۔ اور اواگون میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ اس عجز اور اس ظلم کا بھی کوئی حد حساب ہے۔ جو قادر علی الاطلاق کے ذمہ یہ لوگ لگا دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ

ان ارواح و نیز جنکا تعلق خدا سے بقول انکے کچھ نہیں یعنی از خود موجود و قدیم ہیں۔ یہ زبردستی سدا کے لئے کرتے رہنا کہ ہمیشہ ہمیشہ ان بیجرم و قصور ارواح کو مکتی خانہ سے نکال کر اونکو عذاب میں معذب کرتے رہنا اور بیچارہ چھوڑنا خواہ وہ کتنی ہی زار و نزاری ظاہر کرتے اور چیختے چلاتے رہیں۔

ہماری عقیدہ پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا برخلاف اسکے ہم لوگ جو اہل اسلام ہیں۔ ان ارواح بلکہ مواد کو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کے بنے ہوئے یعنی اسکے علم اور پرتو وجود سے قدرت کے ہاتھوں ایسے بنائے ہوئے مانتے ہیں۔ کہ پہلے کان لم یکن شیئاً مذکوراً تھے پھر اس نے اپنے رحم کے ساتھ عدم سے موجود کیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ روحکو اپنے خالق سے بلکہ ہر موجود جسمانی یا روحانی کو اپنے موجد سے بوجہ اس تعلق ایجاد کے ایک محبت اور مودّت کا علاقہ ہے۔ روحکو اپنے خالق سے ایسی محبت و عشق ہوتا ہے۔ کہ ایکدم اسکے بغیر زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ ہاں یہ مردہ روحیں جو کہ نفسانیت کی غفلتوں میں آکر اس تعلق سے بیخبر ہوجاتی ہیں۔ بے معرفت ہو کر اپنی اصل بھول جاتی ہیں لیکن اگر تھوڑا تو غل اور ذکر اپنے مبدا کا کیا جائے۔ تو حبّ کچھ ایسا دامن دل پکڑ لیتی ہے۔ کہ بے بس ہو کر اسی کے ذکر و فکر میں مست کر دیتی ہے الرحمٰن الرّحیم کے بھی معنے ہیں۔ محبت بھی ایک علامت ہے۔ کہ اسی کی رحمانیت سے روح بنی یعنی موجود ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تعلق میں مستانہ وار انا الحق پکارنے لگتی ہے۔ یہ تعلق نہ ہوتا۔ تو ایسا عشق بمثال کیوں ارواح مقدسہ کو لگجایا کرتا۔ ماں کو اپنے بچہ سے جو محبت ہوتی ہے۔ یہ پرتو اسی محبت کا ہے جو رب العالمین الرحمن کو اپنی مکونات سے ہے۔ ایسی ہی بچہ کو ماں کی محبت بھی ہمرنگ اسی پیار و مودّت کے ہے جو روحکو اپنے خالق تعالیٰ سے ہے۔ میں نے ایکدفعہ رویا میں بڑی نورانی اماں جان کو دیکھا۔ جو کہ پردہ نشین ہے جب مینے نام پوچھا۔ تو بتایا رب العٰلمین تمثلات کے ایسے رنگوں کو دیکھکر بعض لوگ وحدت وجودیوں کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

ایک اعتراض غرض ارواح بلکہ مواد کا یہ تعلق اپنے مبدا معاد سے کچھ نہ ہوتا۔ تو اس رحمانیت اور محبت کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہتے ہیں۔ کہ پرورش اور انعام کے سبب سے یہ محبت ہے۔ جیسے محسن و محسن الیہ میں دیکھی جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب تو اسکا جواب یہ ہی کہ کونسا احسان ہی یہی کہ آزادی اور حریت کی نعمت جو اروا ح مقدسہ مکتی یافتہ کو حاصل ہی اسے چھین کر آواگون میں پھنسایا جاتا ہی۔ اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کرادیا جاتا ہی۔ اور نیز جب کہ یہ خواص ارواح و مواد کے اپنے ہی ہیں۔ تو پرمیشر کا کیا احسان ہی۔ ہاں اپنے ساتھیوں یعنی مواد وارواح کا احسان مانے تو بجا ہی۔ کیونکہ فائدہ یا لذت کی چیزیں انہی سے یا انکی خاصیات سے ہی اسے ملتی ہیں۔ پرمیشر کا اس میں کیا ہوا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ مادی دنیا کے لوگ ماں باپ اور دوسرے محسنوں سے ہی پیار کرتے ہیں۔ نہ کہ خدا سے جو حقیقی محسن ہی۔ ہاں وہ محبت جو اپنے سچے محسن اللہ تعالےٰ سے ہوتی ہی۔ وہ بعد معرفت حقہ کے حاصل ہوتی ہے۔ جب روح سمجھتی ہی کہ میں اور میری ہستی اور میری نعمتیں سب میرے مالک خالق سے ہیں۔ اور جب یہ معلوم کرتی ہی۔ کہ سب مصیبتیں اور محرومیاں میرے اپنے ہی قصوروں سے ہیں۔ جو خداداد طاقتوں کے استعمال نہ کرنے یا بیجا استعمال سے میرے پر وارد ہوتی ہیں۔ اور ان مصائب کو جو بغیر ارتکاب بدیوں کے اسپر وارد ہوتی ہیں۔ بمنزلہ تلخ ادویہ کے جانتی ہے۔ جو دانا طبیب اپنی پیاری مریض کو دیتا ہی۔ تو خدا تعالیٰ کی بیش از بیش محبت اسکے دل میں بڑھتی ہی

نواں جواب نیز تناسخ پر یہ سخت اعتراض ہی۔ کہ روح انسانی کے خواص عقل و دانش اور معارف کاملہ جو اسے بہت مدت کی مشق سے حاصل ہوئی ہیں۔ یا وہ لیاقت جو اسے ان معارف کے تحصیل کے لئے حاصل ہی۔ وہ دوسری جون میں چلے جانے پر کیوں کھوئی جاتی ہی۔ اور کسطرح وہ علم و دانش یا لیاقت حصول علم جو خاصہ ہی دانما الخاصة لاتنفك خاصیت کبھی جدا نہیں ہوتی۔ بلکہ روح کی ذاتیات سے ہی۔ دور ہو جاتی ہی۔

دسواں جواب نیز اگر روح کسی اور جسم سے نکلکر نئے جسم میں آتی ہے۔ تو کیا وجہ ہی۔ کہ اپنے باپ کے سے اخلاق اور علوم اور فنون وغیرہ خواص روحانی بچہ کے اندر جلدی اور آسانی سے نشو و نما پاتے ہیں۔ اور دوسرے علوم و فنون اسے بدشواری حاصل ہوتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ جس جسم سے روح نکلکر آتی ہی۔ اس سے عادات اور اخلاق اس نئے جسم میں ظہور پذیر ہوتے۔ اپنے

والدین کے نہ ہوتے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے جسم اور جان دونوں کی پیدائش ماں باپ کے نطفہ سے ہی ہوتی ہے۔ تب ہی تو اخلاق و عادات اور علوم و فنون سے سہل آموزی مع شکل و شباہت و شجاعت و سخاوت و یا جبن و بخل و سخافت بچہ کے اندر آجاتی ہیں۔ اگر تناسخ صحیح ہوتا تو پچھلے جنم کے خواص اسکے اندر آتے نہ کہ والدین کے۔

اس دلیل سے روح کا حدوث بھی ثابت ہو گیا

اور نیز اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ روح قدیم سے نہیں۔ بلکہ اسکی پیدائش نطفہ کے اندر ہی سے ہوتی ہے بحسب ثم انشاناہ خلقا اخر الآیۃ اور بدأ خلق کا الانسان من طین جسم کی بناوٹ اور شکل و صورت تو یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ بچہ اسی ماں باپ کا ہے۔ جس سے قیافہ شناس ایسے قیاس سے حق بجانب سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک بچہ کے دعوے پر للعاہر الحجر و الولد للفراش (زانی کو پتھر بچہ شوہر کا ہے) فرماکر امر سیاسی کا استحکام کیا۔ مگر ساتھ ہی بچہ کے بہن کو فرمادیا۔ کہ تو اس شخص سے جو تیرا بھائی قرار دیا گیا ہے حجاب کیا کر کیونکہ اسکی شکل و شباہت فلاں (زانی) سے ملتی ہے ایسے ہی اسکی روح کی ہیئت عادت و اخلاق ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی مثل جسم اپنے ماں باپ سے بنا ہے اور یہ تو مسلم خصم ہے کہ روح مجرد از مادہ ہے۔ پس اسکی پیدائش اور اسکا حدوث اسکے صفات بلکہ خواص و ذاتیات کے حدوث سے ظاہر و باہر ہے۔

گیارہواں جواب

تناسخ (اواگون) کا رد یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر مالک یوم الدین نے اواگون کا چکر سزا دہی کے لئے بنا رکھا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہر ایک روح اپنے جسم میں زندگی بسر کرنے پر راضی و خوش ہے جیل و بندیخانہ سے تو ہر ایک قیدی آزاد ہونے پر خوش ہے۔ مگر جسم کے قید سے نکلنے پر وہ ہرگز خوش نہیں ہے۔ جب انسان اپنے جسم میں خوش ہے چنانچہ جسم سے باہر نکلنے یعنی موت و قتل سے ہر ایک متنفس نفرت کرتا ہے۔ اور اس میں رہنے کو ایک بہشت مانتا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے مصائب زندگی کے جھیلتا رہتا ہے۔ تو باقی حیوانات بطریق اولی اپنے اجسام میں خوش ہیں۔ پس یہ اواگون سزا کیسے ہو سکتی ہے۔ بلکہ سزا وہ جیلخانہ ہے جسے اسلامی طور پر جہنم بولتے ہیں۔ جسکے بارہ میں آیا ہے کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا الآیۃ۔ اور سزا سے تو ہر جانور نفرت کرتا ہے پس

معلوم ہوا۔ کہ آواگون سزا نہیں۔ جب سزا ہی نہیں تو یہ چکر آواگون والا صرف فرضی طور پر بنایا گیا ہی۔

عقیدہ تناسخ کی اصلیت کیا ہی؟

انسانوں کا دوبارہ دنیا میں آنا یوں بھی کتب الہامیہ میں آیا ہی۔ کہ جس قسم کا کوئی آدمی ہو چکا ہو۔ اسی کے رنگ ڈھنگ اور خو بو پر ایک اور آدمی دنیا میں آ جائے۔ اسکا نام صوفیاے اسلام کی اصطلاح میں بروز ہے جیسے ایلیا کا بصورت یوحنا آنا یا مسیح ناصری کا مسیح قادیانی بنکر آنا یہ مسلّم ہی۔

غرض یوم المحشر میں جزا سزا کے لئے دوبارہ زندگی اور مجسم کر کے منعم یا معذب کرنا یا عالم برزخ میں روحونکو ابدان اعمالی لطیفہ میں لا کر ثواب و عذاب دینا یہ تو مسلم ہی۔ اور نیز مطابق اعمال روح کا اہل مکاشفہ کے لئے مختلف اجسام میں نظر آنا یا بروز ایک انسان متوفی کی خو بو پر کسی آدمی کا دنیا میں پیدا ہونا کتب الہامیہ میں اور السنہ صوفیا پر بہت وارد ہے۔ جس سے دھوکہ کھا کر یہ لوگ آواگون تناسخ کے قائل ہو گئے۔

تناسخ والونکی سب سے بڑی دلیل اور اس کا ردّ

اور کہنے لگے ہیں۔ کہ اس دنیا ہی میں جو کہ اہل حق کے نزدیک دار العمل ہی جزا و سزا کا سلسلہ یوں جاری ہی کہ جو روحیں انسانوں حیوانوں بلکہ نباتات میں پائی جاتی ہیں۔ یہ ان پچھلے جنموں کی سزائیں بھگت رہی ہیں۔ جو بصورت انسانی بلکہ حیوانی بھی انہوں نے پاپ کمائے ہیں۔ اور بعض نیکیوں کے بدلے میں کچھ آرام اور نعمت بھی پا رہی ہیں۔ بڑی دلیل اور برہان قاطع اہل تناسخ کی یہی ہی۔ کہ جانداروں اور انسانی بچوں کی تکلیف اور ادنی قسم کی زندگیاں اگر بلا قصور اور سزاواری کے سمجھی جائیں۔ تو خالق کی عدالت پر یہ تہمت ہے کہ وہ ناحق دکھوں اور مصیبتوں میں لوگونکو پھنساتا اور بیگناہ عذاب پہنچاتا ہی اور کہ وہ ظالم بے انصاف ہے۔ مگر یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں جمادات سے لیکر اشرف المخلوقات یعنی انسان تک عالم سفلی اور عالم علوی زمین و انسان میں یہ اختلاف کمی بیشی ادنیٰ اعلیٰ حسن و قبح کا موجود ہی پھر کسی مخلوق کو خالق تعالیٰ نے عقل و شعور اور حواس دیئے۔ اور کسی کو جڑھ اور جماد ہی رکھا۔ اور کسی کو نشو و نما بے شعور اور کسی کو مع شعور بخشنا۔ اور کسی کو عقل اور روح بھی مرحمت فرمائے

پھر تدریجی طور پر ترقی کا قانون ان میں جاری کیا۔ تا کہ سلسلہ وار اپنی قدرتوں اور صفتوں کا اظہار فرمائے اور جیسے جسم کی ترقی جمادیت کے الوان اور اقسام کے قبح و حسن میں پھر نباتات اور حیوانات کے اطوار متنوعہ و متفرقہ کی صورتوں میں اور پھر انسان اور اسکے غیر متناہی حالات اور درجات میں کرتا ہے اور اس ترقی کی سیڑھیوں پر چڑھاتے ہوئے کئی جسموں کا تنزل اور بگاڑ ہوتا ہے۔ اور ایکدوسرے کا خادم اور چاکر اور خوراک و پوشاک بنا کر ایک عمدہ صورت اور عجیب پیرایہ میں لاتا ہے۔ اسی طرح ارواح کی ترقی کے واسطے اور انکے خواص اور اسرار کے اظہار کے لئے انکو اور مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔ اخلاقی اور روحانی عالم کی ترقی ابتلاؤں اور مصائب میں ڈالنے سے پیدا کیجاتی ہے۔ صبر اور تسلیم کی منزلیں اور تجارب اور مشاہدات کی مسافتیں بدوں ان ابتلاؤں کے طے نہیں ہو سکتیں۔ حیوانیت سے لے کر اعلیٰ انسانیت تک تمام درجات کی ترقی ان ابتلاؤں میں متصور ہے۔ یہ روحانی سلسلہ بھی ہمرنگ جسمانی سلسلہ کے ہے پس حیوانوں اور بچوں کے دکھ میں جیسے انکے مربیوں کے اخلاق کی تہذیب اور ہمدردی کی تعلیم اور تکمیل ہے ویسے ہی انکی روحانی تعلیم اور تربیت ہے۔ جو اس عالم میں پھر برزخ میں پھر یوم الحشر و النشر میں ظہور میں لائی جاتی ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

مجموعہ الہامات حضرت اقدس علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جسقدر خدا کی وحی از یوم البعثت تا یوم الوصال نازل ہوئی اور جتنے کشوف و رؤیا انکو ہوئے وہ مع مختصر تشریحات و تاریخ نزول با ترتیب تین حصوں میں جمع کئے گئے ہیں۔

قیمت

البشریٰ حصہ اول ۱۴/

" دوم ۱۵۰ صفحے عہ

مکاشفات " عہ

مگر تینوں کا سٹ صرف عہ میں دیا جائیگا۔ اور صرف حصہ دوم بھی عہ میں۔ بہت جلد منگوائیے ایسا نہ ہو کہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے۔

ملنے کا پتہ :- **مینجر تشحیذ قادیان** ضلع گورداسپور پنجاب

چند سوالوں کے جوابات

پہلا سوال (۱) حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ہے اور بقول آپ کے صاحب ممدوح ہمارے رسول کریم صلعم کے آخری خلیفہ ہیں۔ اور ہمارے رسول کریم صلعم مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ جیسے خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے تھے ویسے ہی ہمارے رسول کریم صلعم کے خلیفے بھی ہونگے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام خلیفے نبی ہوئے ہیں اور ہمارے رسول کریم صلعم کے خلیفوں میں سے سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کوئی خلیفہ نبی نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے علی الاعلان دعویٰ نبوت کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی ہوئے تھے مگر ہمارے رسول کریم صلعم کا پہلا خلیفہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی نہیں ہوئے علیٰ ہذا القیاس

جواب (۱) آپ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ کے تمام خلیفے نبی تھے معلوم نہیں یہ آپ کو کس طرح سے معلوم ہوا۔ قرآن کریم میں تو انکی بابت ائمہ کا لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا۔ ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ وجعلناہ ھدیً لبنی اسرائیل وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیتنا یوقنون (سجدہ) اور امام کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور امام بھی۔ پس جس طرح خلفاء موسیٰ ؑ کے لئے نبوت ضروری نہیں تھی۔ اسی طرح خلفاء مثیل موسیٰ ؑ کے لئے بھی ضروری نہیں۔ اور جس طرح خلافت موسویہ اور نبوت میں کوئی منافات نہیں اسی طرح خلافت محمدیہ اور نبوت میں بھی کوئی منافات نہیں ہے اسی طرح جو فیوض و برکات امت موسویہ پر نازل ہوئے تھے۔ وہی بلکہ ان سے بھی بدرجہا بڑھکر اس امت پر نازل ہوئے۔ اور ان تمام انعامات کا وارث اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ٹھہرایا۔ ہاں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین ہیں۔ اسلئے کوئی سماوی فیض آنحضرت کے ظل میں آنے کے بغیر اور آپ کے واسطے کے بغیر نہیں مل سکتا۔ اسوجہ سے آپ کی بعثت کے بعد صرف ظلی طور پر یہ انعامات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور انکے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ جو خاتم النبیین کی ظلیت ہے *

لیکن یاد رہے کہ ظلی کے لفظ سے اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ ظلی رسول دراصل رسول نہیں ہوتا کیونکہ جن صفات کے ہونے کی وجہ سے کسی شخص کو حقیقی معنے میں رسول کہہ سکتے ہیں۔ وہ تمام صفات ظلی رسول میں موجود ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلے جسقدر انبیاء آئے ہیں۔ انکی رسالت و نبوت کسی اور نبی سے مستفاد نہیں ہوتی تھی۔ اور اسی وجہ سے ان انبیاء کو بعض لوگ تمام صاحب شریعت نبی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے ہوں کیونکہ جب وہ اپنی نبوت میں اور اپنی رسالت کے اعتبار سے کسی اور نبی کے تابع نہیں۔ تو گویا کسی اور نبی کی شریعت کے ماتحت نہیں۔ اور اس لحاظ سے انہیں صاحب شریعت خیال کیا گیا۔ لیکن دراصل صاحب شریعت نہیں تھے . . . . یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح م باوجود موسٰے ع کا ایک خلیفہ ہونے کے صاحب شریعت مشہور ہیں۔ ورنہ دراصل وہ صاحب شریعت نبی ہرگز نہیں تھے۔ سو رسول اور نبی کے الفاظ انہیں پر استعمال ہوتے رہنے کی وجہ سے عرفاً رسول اور نبی کا لفظ ایسا مخصوص ہو گیا۔ کہ گویا ظلی نبی کے لئے جس کی نبوت برخلاف پہلی قسم کے انبیاء کے اپنے مقتدا نبی سے مستفاد ہوتی ہے اسکا استعمال از قبیل مجاز و استعارہ اور غیر حقیقی ہو گیا اور پہلی قسم کے لئے جو اپنے مقتدا نبی سے غیر مستفاد نبوت رکھتا ہے حقیقی قرار دیا گیا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے سراج منیر میں صفحہ ۳ پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"کیا تمنے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے۔ کہ مرسل ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانو بھلا بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہینگے

یا کچھ اور کہینگے مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے۔ وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنے پر محمول نہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے"

اسجگہ حضرت صاحب نے حقیقی نبوت کے معنی بھی واضح کر دیئے ہیں یعنی جو نبی صاحب شریعت ہو۔ وہ حقیقی نبی ہے۔ اور جو نبی صاحب شریعت ٭ نہ ہو وہ غیر حقیقی یا مجازی ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ تقسیم الہامی نہیں بلکہ استعمالی اور عرفی ہے اور الہامی اور الٰہی اصطلاح کے رو سے دونوں قسموں میں کوئی فرق لفظی نہیں جیسا کہ حضرت اقدس کے الہامات سے ظاہر ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ خدا کی اصطلاح ہے جو اسنے ایسے الفاظ استعمال کئے

اسکے بعد یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ چونکہ نبوت و رسالت انعام کے مراتب میں سے سب سے ارفع مرتبہ ہے اسلئے اسکے حصول کے لئے بھی ظلیت تامہ و ارفع ضروری ہے۔ اور چونکہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ اسلئے آپکی امت میں سے جو شخص ارفع مراتب ظلیت پر پہنچکر اعلیٰ انعام جو نبوت اور رسالت ہے حاصل کرے۔ ضرور ہے کہ وہ بھی خاتم نبوت ظلیہ ہو کیونکہ اگر اصل اتم ہو۔ تو اسکا تقاضا یہی ہے کہ اسکا اتم ظل بھی خاتم ہو۔ اور اگر اصل ناقص ہے تو اس نقص کا ظہور ظل میں ہونا بھی ضروری ہے اور چونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اسلئے یہ یقینی اور قطعی امر ہے کہ آپکا ظل اتم بھی خاتم نبوت ظلیہ ہو۔ ورنہ لازم آیگا (عیاذاً باللہ) کہ آپ خاتم الانبیاء نہیں ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ آپکے خلفاء میں سے جو شخص نبی ہو وہ خاتم نبوت ظلیہ ہو۔ پھر یہ امر بھی بالکل بیّن اور ظاہر ہے کہ خاتم نبوت ظلیہ متعدد نہیں ہو سکتے۔ اور ایک سے زیادہ خاتم نبوت ظلیہ ہرگز نہیں پائے جا سکتے جس طرح ایک سے زیادہ خاتم الانبیاء نہیں ہو سکتے کیونکہ لفظ خاتم الانبیاء سے مراد یہی ہے کہ آپ میں تمام کمالات انسانیہ جمع ہو گئے ہیں۔ اور کوئی کمال نبوت نہیں جو آپکو حاصل نہ ہو۔ اور آیندہ کے لئے ہر ایک

: اور ظاہر ہے کہ اصطلاحاً حقیقت میں داخل ہو گئی پس نہ مجازی رہیں۔

٭ پس نبی کے اس معنی میں صاحب شریعت انبیاء کے سوا کوئی نبی مثلاً عیسےٰ یحییٰ زکریا وغیرہم داخل نہیں جیسے کہ مسیح موعود داخل نہیں لیکن اس سے ہرگز نہیں لازم آتا کہ عیسےٰ زکریا وغیرہ نبی نہیں تھے یا یہ کہ مسیح موعود نبی نہیں ۱۲ محمد اسمٰعیل

بشر خدا تک پہنچنے کیلئے آپکا محتاج ہے اور آپکے سوا وہ کسی طرح اللہ تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ مرتبہ غیر کی نفی کا مستلزم ہے پس اگر کوئی اور شخص بھی خاتم الانبیاء ہو۔ تو ضرور ہے کہ اس میں بھی یہ تمام لوازمات پائے جائیں۔ کیونکہ ختم نبوت انکے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی۔ پس اس صورت میں اگر ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے مستغنی سمجھیں۔ تو دونوں کی ختم نبوت باطل ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ پہلا دوسرے سے مستغنی ہے اسلیئے دوسرا خاتم نہیں ثابت ہو سکتا۔ اور دوسرا پہلے سے مستغنی ہے اسلئے پہلا خاتم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جیسا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ختم نبوت نفی غیر کی مستلزم ہے یعنی ختم نبوت کا یہ تقاضا ہے کہ خاتم النبوۃ شخص سے کوئی انسان مستغنی نہ ہو۔ اور یہاں تو بالمقابل ایک مستغنی شخص موجود ہے اسلئے دونوں میں سے کوئی خاتم الانبیاء نہیں رہیگا۔ اور اگر ان دونوں کو ایکدوسرے کا محتاج مانا جائے۔ تو اس صورت میں بھی انکی ختم نبوت باطل ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ختم نبوت کا تقاضا ہے۔ کہ خاتم النبوۃ کسی اور انسان کا محتاج استفاضہ و استفادہ نہ ہو۔ حالانکہ یہ دونوں محتاج مانے جا چکے ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے مستغنی ہو۔ اور دوسرا پہلے کا محتاج ہو۔ تو پھر ایک ہی خاتم ثابت ہوا بہر حال یہ امر ایک بالکل بدیہی اور بیّن ہے کہ خاتم میں تعدد جائز نہیں۔ پس جسطرح خاتم الانبیاء میں تعدد جائز نہیں۔ اسی طرح خاتم نبوت ظلیہ میں بھی تعدد کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ایک ہی ہو پس معلوم ہوا کہ (۱) آنحضرتؐ کی اُمّت میں سے جو شخص بھی نبی ہو۔ وہ ضرور ہے کہ خاتم نبوت ظلیہ ہو (۲) اور خاتم نبوت ظلیہ ضرور ہے کہ صرف ایک ہی ہو۔ ہاں ظل غیر اتم ہیں کثرت جائز ہے اور ایسے اظلال اپنی ظلیت میں اتم نہیں ہو سکتے۔

پس ثابت ہوا۔ کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے۔ چنانچہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ آنے کی خبر دی ہے۔ جو مسیح موعود ہے اور اسکے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا۔ اور نہ کسی اور نبی کے آنے کی آپنے خبر دی ہے۔ بلکہ لا نبی بعدی فرماکر اوروں کی نفی کر دی۔ اور کھولکر بیان فرما دیا۔ کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئیگا۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لا نبی بعدی میں تو لا نفی جنس کا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی بھی نہیں۔ پس مسیح موعود کا استثنا کہاں

سے نکل آیا۔

اسکا جواب یہ ہی کہ اوپر بتایا جاچکا ہی کہ اس امت میں سے نبی صرف وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو آنحضرت کا مظہر اتم اور ظل اکمل اور اسکا ایسا عکسی آئینہ ہو جس میں ذرہ بھی غیریت باقی نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہی کہ اس حدیث میں بعدی کا لفظ انہیں کی نفی کرتا ہی جن میں غیریت پائی جاتی ہو لیکن جس شخص میں قطعًا کچھ غیریت باقی نہ رہی ہو۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پورا پورا فنا ہو چکا ہو۔ وہ نہ غیروں میں داخل ہی۔ اور نہ اس حدیث سے اسکی نفی ہوتی ہی اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص مظہر اتم اور ظل اکمل نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں شائبۂ غیریت موجود ہو۔ اور اوپر ثابت کیا جاچکا ہے۔ کہ ظل اکمل صرف ایک ہی ہو سکتا ہی جو مسیح موعود ہی۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور اسکے بارے میں آیا ہی کہ اسمہ اسمی و یدفن معی فی قبری۔

یہ بات یاد رکھنی ضروری ہی۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لا نبی بعدی فرما کر دو قسم کے لوگوں کی نفی فرمائی ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت کی ظلّیت سے بالکل محروم ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ بالکل بیگانے اور غیر محض ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جن میں ظلّیت پائی تو جاتی ہی۔ لیکن اتم و اکمل طور پر نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہ لوگ بھی غیریت سے ملوث اور حظیرہ عینیت و اتحاد تام سے باہر ہوتے ہیں۔ غرض اس حدیث کے رو سے بھی متعین ہو گیا۔ کہ اس امت میں نبی صرف ایک ہی آسکتا ہی جو مسیح موعود ہی۔ اور قطعًا کوئی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ دیگر احادیث پر نظر کرنے سے یہ امر محقق ہو چکا ہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیح موعود کا نام نبی اللہ رکھا ہی اور کسی کو یہ نام ہرگز نہیں دیا۔

اور چونکہ امت محمدیہ میں آنیوالا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو ہی دنیا میں تازہ کرنے والا ہی ورنہ وہ ظلی نبی نہیں کہلا سکتا۔ اسلئے ضروری ہی کہ وہ آپکا خلیفہ ہو۔ اور چونکہ وہ آنیوالا نبی خاتم ظلّیت ہی جس کے معنی ہیں کہ وہ تمام کمالات ظلیہ محمدیہ پر محیط ہی۔ اور آئندہ کے لئے کوئی کمال اس سے الگ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے معلوم ہؤا۔ کہ وہ خاتم الخلفاء بھی ہوگا جیسا

کہ ملا علی قاری نے بھی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں مہدی موعود کو خاتم خلفاء و خاتم اولیاء و خاتم اصفیاء لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی خاتم الخلفاء نہیں تھا اور نہ نبی کیونکہ اگر ان میں سے کوئی شخص ان مراتب کو پاتا۔ تو تعدد لازم آتا جو باطل ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں تھا۔ کہ انہیں میں سے کوئی شخص خاتم نبوت ظلیہ ہوتا اور آیندہ کوئی نہ ہوتا کیونکہ بہت جلد دوبارہ نبی آنا آپ کے انوار و فیوض کا ناقص قرار دینا ہے۔ اور الیوم اکملت کے منافی ہے۔ کیونکہ خدائے علیم و حکیم نے وضع دنیا دوری کھی ہے پس جب تک دورا پنے زمانہ کو پورا نہ کرے تب تک پورا نہیں ہو سکتا۔ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون۔ علاوہ اسکے اگر ایسا ہوتا تو آخرین منہم لما یلحقوا بہم والی پیشگوئی کیونکر پوری ہوتی نیز نبی تو ظلمت کے دفع کے لئے آتا ہے پس اسوقت تو اس کی مدنی شمس بازغہ کا اول طلوع تھا۔ شام سے پہلے قمر کیونکر جلوہ نما ہو سکتا تھا۔

اب اسجگہ ایک سوال ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مانا کہ اس امت میں صرف ایک ہی نبی آ سکتا ہے۔ جو خاتم نبوت ظلیہ ہو لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ امت موسویہ میں تو یہ انعام حاصل کرنیوالے بکثرت ہوئے ہیں۔ اور اس امت میں صرف ایک جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت موسویہ کی نسبت اس امت کا انعام بدرجہا کم ہے حالانکہ اللہ تعالے اسکا نام امۃ وسط اور خیر امۃ اخرجت للناس رکھا ہے۔

سو اس سوال کا اولاً تو یہ جواب ہے کہ انکی نبوت جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہے حضرت موسیٰ ع سے ہرگز مستفاد نہیں تھی۔ بلکہ مستقل طور پر ان انبیاء کو ملی تھی۔ پس یہ کہنا بالکل بجا و درست ہوگا کہ موسیٰ کی امت میں سے ایک نبی بھی نہیں آیا۔ کیونکہ جو انبیاء انکی امت میں آئے وہ انکی امت میں سے نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود

"بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر انکی نبوت موسیٰؑ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھی۔ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰ ع کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے میری طرح انکا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے

(حقیقۃ الوحی صفحہ [illegible])

نبی اور ایک پہلو سے اُمتی بلکہ وہ انبیاءِ مستقل نبی کہلائے اور براہِ راست انکو منصبِ نبوت ملا۔ ثانیاً یہ کہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ یہ انعام پانے والے اس اُمت میں نہیں گزرے۔ سوائے خاتم سلسلہ محمدیہ کے کیونکہ موسوی سلسلہ کے درمیانی زمانہ میں جس قدر نبی آئے اور جو جو انعام انہوں نے پائے وہی انعام اس اُمت میں خاتم الخلفاء سے پہلے بزرگوں کو ملے۔ لیکن چونکہ انکا مطاع خاتم النبیین ہے۔ اور خاتم النبیین کے خلفاء میں ایک شخص سے زیادہ نبی کہلانیوالے نہیں آ سکتے تھے اسلئے انکا نام انبیاء نہیں رکھا۔ ہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنیکے لئے کہ یہ لوگ بھی انہیں انعامات کے وارث ہیں۔ جو اُمت موسویہ کو ملے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور ابن عساکر سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس میں آپ نے اپنی اُمت کے بزرگوں کو انبیاء کے ناموں کیساتھ نامزد کیا ہے کہ میری اُمت میں ہمیشہ ہر زمانہ میں اتنی تعداد میں فلاں نبی کا نام پانیوالے ولی موجود رہینگے اور اتنی تعداد میں فلاں نبی کا نام پانیوالے اور کنز العمال میں ہے کہ ما من نبی الا لہ نظیر فی امتی (الی غیر ذلک) چنانچہ کئی ایک اولیاء کرام کو الہامات میں انبیاء کے ناموں سے مخاطب کیا گیا۔ جسکو بعض کوتہ اندیشوں نے دعویٰ نبوت پر بھی محمول کیا۔ اسی طرح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے۔ اور میری اُمت کی سیاست علماء کرینگے۔ اس حدیث میں بھی علماء کو انبیاء کی منزلت پانے والے فرمایا ہے۔

علاوہ اسکے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب دیا ہے۔ جس میں آپکو تمام انبیاء کا وارث جانشین اور انکے کمالات حاصل کرنیوالا بتایا ہے چونکہ آپ اُمت محمدیہ میں سے ہیں۔ اسلئے بھی گویا تمام انبیاء کے برابر انبیاء اس اُمت محمدیہ میں آگئے چنانچہ آپ نزول المسیح کے صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں۔

"آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا۔ کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا۔ تا یہ اُمت مرحومہ دوسری اُمتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اسنے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گزشتہ نبی سے مجھے اسنے تشبیہ دی کہ وہی نام میرا رکھدیا۔ چنانچہ آدمؑ ابراہیمؑ

نوحؑ موسیٰؑ داؤدؑ سلیمانؑ یوسفؑ یحییٰؑ عیسےٰؑ وغیرہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے۔ اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہوگئے یہانتک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہوگیا۔"

پھر حقیقۃ الوحی (صفحہ ۷۲ حاشیہ دوم) میں فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم میں اسحاق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔"

پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ یہ امت ان انعامات سے محروم رکھی گئی۔ سائل صاحب لکھتے ہیں کہ موسیٰ کا پہلا خلیفہ ہارون نبی ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ نہیں تھے اور خود موسیٰؑ کی زندگی میں ہی نبی تھے۔ اور دونوں کی نبوت قریباً ایک وقت سے شروع ہوئی تھی حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ یوشع تھا۔

دوسرا سوال۔ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے یا قمر یا شمس انت منی و انا منک جسکے معنی آپ کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ بخوبی جانتے ہیں۔ لہذا دریافت کرنا اس امر کا ضروری ہے کہ آیا اس قسم کے الفاظ خداوند کریم نے قرآن شریف میں ہمارے رسول اکرم صلعم کے حق میں بھی فرمائے ہیں یا نہیں

جواب۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس الہام کے معنی بھی بیان کر دئیے جائیں۔ اس الہام کے دو حصے ہیں۔ اول یا قمر یا شمس جسکی نظیر قرآن کریم میں صریح موجود ہے سراجًا و قمرًا منیرًا یعنی آپ سورج اور چاند ہیں۔ اور دوسرا حصہ انت منی و انا منک ہے اسکے شواہد و محاورات عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ منجملہ انکے ایک دیوان حماسہ کا یہ شعر ہے۔ جو عمرو بن شاش صحابی رضؓ کے اشعار میں سے ہے اور وہ یہ ہے فان کنت منی او تریاین صحبتی × فکونی لکالسمن

سہت الہ الا دم تمام شروح میں اسکے معنی یہی لکھے ہیں تو افقینی یعنی تو میرے ساتھ موافقت رکھتی ہی۔ اور ان میں بیان کیا ہی کہ محاورہ کے طور بولا کرتے ہیں کان منہ اور اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اسکے ساتھ موافقت اور اتفاق رکھتا ہی۔ قرآن کریم میں بھی اسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں چنانچہ ان میں سے چند ایک دکھاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔

من شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ من تبعنی فانہ منی۔

المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض۔ اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں بعینہٖ یہی فقرہ انت منی و انا منک لکھکر اس آیت کی یوں تفسیر فرماتے ہیں۔ بعضہم من بعض ای فی صفۃ النفاق کما یقول الانسان انت منی و انا منک ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ۔

یعنی اس فقرہ کے معنی ہیں کہ تیرا اور میرا معاملہ واحد ہے۔ جس میں کچھ بھی مباینت اور بُعد نہیں پھر حدیث شریف میں بھی یہ محاورہ کئی جگہ آیا ہی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیبیب صحابی رض کی نسبت فرمایا۔ "قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا منی وانا منہ ھذا منی وانا منہ یعنی اس نے سات کافروں کو قتل کیا پھر انہوں نے اسکو شہید کیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے یہ مجھ سے ہی اور میں اس سے

پھر حدیث میں آیا ہی من غشنا فلیس منا لیس منی الا عالم او متعلم لیسوا منی ولست منہم (بخاری) من رغب عن سنتی فلیس منی (الی غیر ذلک)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اسکے معنی یوں لکھتے ہیں۔ کہ تو مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور میں تجھ سے اسکے بعد اصل سوال کے جواب میں یہ عرض کرونگا۔ کہ جب یہ ثابت ہو چکا ہی کہ الہام کے معنی پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ اور نیز یہ کہ اسکی جو تفسیر بیان کی گئی ہی وہ من گھڑت نہیں۔ بلکہ محاورات عرب اور قرآن کریم وحدیث کے رُو سے اسکے یہی معنی ہیں۔ اور انما انا بشر مثلکم جیسے محکم الہامات موجود ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے اس الہام کے کوئی ایسے معنی کرنا جو ان محکمات کے

مخالف ہوں۔ جاہلانہ ضد ہے تو پھر معلوم نہیں اس سوال کی بنا کس بات پر ہے کہ ایسے الفاظ نبی کریم صلعم کے حق میں یا کسی اور نبی کے حق میں آئے ہیں یا نہیں۔ کیا الہامات کی صحت کا یہ بھی کوئی معیار ہے کہ وہ انہیں الفاظ میں ہوں۔ جو پہلے بھی کسی ملہم کو الہام ہوئے ہیں اور کسی نبی کی طرف وحی کئے گئے ہوں۔

اگر اس اصول کو درست سمجھا جائے اور اسے بھی الہامات کی صحت کا ایک معیار ٹھہرایا جائے تو ممکن نہیں کہ کوئی الہام صحیح و درست ثابت ہوسکے کیونکہ یا تو اس سے تسلسل لازم آئیگا یا اوپر جاکر ایسے الہامات ملینگے جنکی نظیر ان سے اوپر نہیں ملیگی۔ علاوہ اسکے یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ یہ تمام قرآن کریم پہلے انبیاء پر بھی نازل ہوا تھا۔ اور اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا گیا ہو اور آپ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہ ہوا ہو۔ غرض یہ اصول نہ صرف بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اس سے تمام مسلمہ کتب الہامیہ۔ وصحف الٰہیہ کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔ اسکے بعد یہ کہنا بھی شاید بے محل نہ ہوگا۔ کہ قرآن کریم میں کئی ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو از قبیل متشابہات ہیں۔ اور اگر انکی تاویل محکمات کے مطابق نہ کیجائے تو انپر وہی اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ جو اس الہام پر اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے بعض دیگر الہامات پر کئے جاتے ہیں۔ منجملہ انکے چند یہ آیات ہیں۔ ان الذین یبایعونک الآیۃ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی قل یا عبادی الذین الآیۃ قل یٰعباد الذین الآیۃ۔ پھر آنحضرت کے دونوں اسم مبارک محمد اور احمد بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے ہی صفات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے۔ کیونکہ اہل حمد و تحمید وہی ایک ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین

تیسرا سوال (۱) امام اور نبی میں کیا فرق ہے (۲) اور کیا ایک ہی شخص دونوں صفات کا مجموعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ذرا مفصل جواب دیجئے گا۔

جواب۔ اس سوال کا جواب ضمناً پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے مگر اسجگہ ایک مستقل سوال ہونیکی وجہ سے جواب بھی دوبارہ حسب فرمائش مفصل لکھتا ہوں۔

امام اور نبی میں نہ تو تنافی ہے اور نہ تلازم یا تساوی بلکہ عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر ایک

نبی امام ہوتا ہی مگر ہر ایک امام کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ ہر ایک نبی امام ہوتا ہی یہ ہی کہ نبی وہی ہوتا ہی جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سی بکثرت انباء غیب ظاہر کیجائیں۔ اور آیت "لا یظہر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول" سی معلوم ہوتا ہی کہ رسول کے سوا کسی کو مظہر علی الغیب نہیں کیا جاتا۔ جس سی لازم آتا ہے کہ ہر ایک نبی رسول ہوتا ہی اور دوسری جگہ قرآن کریم میں آیا ہے "ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" جس سے معلوم ہُوا۔ کہ ہر ایک رسول مطاع یعنی امام ہوتا ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ ہر ایک نبی امام ہوتا ہی۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا انی جاعلك للناس امامًا فرمایا۔ پھر ایک جگہ فرمایا یوم ندعوا کل اناسٍ بامامہم اور اس امر کا ثبوت کہ ہر ایک امام کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ جائز ہی کہ نبی ہو۔ اور یہ بھی جائز ہی کہ نبی نہو یہ حدیث ہی الدین النصح قالوا لمن قال للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین و عامتہم اور آیت انی جاعلك للناس امامًا

پھر اس امام مہدی کے متعلق تو کوئی اشکال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مہدی اکبر ہے اور قرآن کریم کی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر الذین انعم اللہ علیہم من النبیّین والصدیقین والشہدآء والصالحین میں مہدی اکبر نبی بتائے گئے ہیں۔ جس سی ثابت ہُوا کہ امام مہدی موعود نبی ہوگا پھر احادیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ بھی کہا گیا ہی اور امام بھی

چوتھا سوال حضرت مرزا صاحب اپنے آپکو ابن مریم ثابت کرتے ہوئے الہام تحریر فرماتے ہیں۔ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطہرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ اسجگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا تھا پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ ابن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہی کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائیگا

اور پھر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونکدی جائیگی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پاکر عیسٰے کی روحانیت میں تولد پائیگا۔ اور اس طرح پر وہ عیسٰی ابن مریم کہلائیگا۔ یہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ میں ہی جو قرآن شریف میں یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کیگئی ہی۔ سوال یہ ہی کہ سورہ تحریم میں کوئی پیشگوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اور نیز یہ جواب بھی دیجئے گا کہ سابقہ نبیوں میں سے کوئی نبی اسطرح مبعوث ہؤا ہی یا نہیں۔

جواب۔ پیشگوئی ان الفاظ سے صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ پہلے مومنوں کو مریم ع سے تشبیہ دی ہی۔ اور پھر اسکی مختلف اور کثیر التعداد صفات وحالات میں سے اس صفت کو بیان فرمایا التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا الآیۃ جس سے معلوم ہؤا۔ کہ یہی صفت وجہ شبہ ہی جس کی بنا پر مومنوں کو مریم ع سے تشبیہ دی گئی ہی۔ پس جو مومن بموجب آیت والذین ھم لفروجھم حافظون کے احصان فرج اکمل طور پر رکھتا ہوگا اس میں نفخ روح ہو کر اس میں سے عیسیٰ پیدا ہوگا اور یہ بات میں اوپر پہلے سوال کے جواب کے ضمن میں مفصل طور پر بیان کر چکا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظل اور اتم یا دوسرے لفظوں میں وہ مومن جو ان شیون مومنین میں اکمل ہو ایک ہی ہی۔ جو موعود ہے تو اس آیت میں ہی مسیح موعود کی بابت پیشگوئی صاف طور پر پائی گئی۔ اب رہا یہ سوال کہ سابقہ نبیوں میں سے کوئی اس طرح مبعوث ہؤا ہی یا نہیں۔ اسکے جواب میں میں اس سے بڑھکر کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ علمھا عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسیٰ۔

مگر یہ کہ اس تشبیہ کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کو جو مسیح موعود کی بابت آیت وضرب اللہ مثلا للذین امنوا الآیۃ میں کی گئی ہی الفاظ ضرب اللہ مثلا خوب واضح کر رہے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ جسطرح مریم صدیقہ میں نفخ ہونے سے مسیح پیدا ہؤا تھا۔ اسی طرح مثیل مریم (الذین امنوا) میں سے بھی اب مسیح پیدا ہوگا۔ اور اس آیت میں اس مسیح موعود کا زمانہ بھی بتلایا گیا ہی جسکی تفصیل یہ ہی کہ سورہ جمعہ میں اس امت کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر پہلے گروہ کو نبی کریم صلعم کی بعثت اولی سے تزکیہ وتعلیم پانے والے اور دوسرے گروہ کو آپکی بعثت ثانیہ سے تزکیہ وتعلیم پانے والے بیان فرمایا ہی اور سورہ مزمل میں واصبر علٰی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا

وحدنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلاً فرما کر اسکے بعد ان لوگونکو جنکی ایذا ؤنپر آپکو صبر کرنے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دینے کا ارشاد فرمایا ہی یعنی پہلی بعثت کے کفار کو فرعون سے تشبیہ دی اور فرمایا انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اور ان دونوں تمثیلونکی جو سورۃ تحریم میں بیان فرمائی ہیں تفصیل بتادی کہ پہلی مثال کے مصداق آپکی بعثت اولی کی جماعت ہی اور دوسری مثال کے مصداق بعثت ثانیہ کے زمانہ کے مصدقین ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ مسیح موعود بعثت ثانیہ کا مظہر ہوگا۔ اسی لئے امرأۃ فرعون کی تمثیل پہلے بیان فرمائی اور مریم کی تمثیل بعد میں

یہی پیشگوئی قرآن کریم میں ایک اور جگہ بھی موجود ہی اور وہ ان الفاظ میں ہی ذلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ماکنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون اذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم الآیۃ

اس آیت کے ابتدائی الفاظ ہیں ذلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ماکنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین اس میں فاصبر ان العاقبۃ للمتقین کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ذلک کا اشارہ کسی پیشگوئی کی طرف ہی جو اس سے پہلے مذکور ہوئی ہی اور کہ انباء الغیب کے معنی پیشگوئیاں ہیں پس آیت مذکورہ بالا نے یہ ظاہر کردیا کہ جس طرح مریم صدیقہ کو ایک بیٹا دیا گیا تھا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک بیٹا دیا جائیگا جو ابن احمد (غلام احمد کیونکہ غلام کے معنی ابن ہیں جیسا کہ لاھب لک غلاما زکیا میں ابن مریم کو غلام مریم کہا گیا ہی) ہوگا۔ اور آخری الفاظ یہ ہیں ماکنت لدیھم اذ یختصمون جنکے بعد اذ قالت الملئکۃ الآیۃ واقع ہے۔ اور جن میں بصراحت بتایا گیا ہی کہ مریم صدیقہ کو عیسٰے کی بابت بشارت دیگئی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ بات لوگوں میں خوب شہرت رکھتی تھی اور اپنی ظاہر کے رو سے انباء الغیب میں سے نہیں شمار ہو سکتی تھی۔ جس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ دراصل یہ مسیح موعود کی بابت پیشگوئی ہے ✣

خاکسار محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

ص ۹ سطر ۲۳ [illegible] ذالک من انباء الغیب نوحیھا الیک

حضرت مسیح موعودؑ کا

ایک مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

از جانب متوکل علی اللہ الاحد غلام احمد عافاہ اللہ وایّد۔ بخدمت اخویم مکرم بابو الٰہی بخش صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا اس عاجز کو اسوقت تک آں مکرم کے الہامات کی انتظار رہی مگر کچھ معلوم نہیں کہ توقف کا کیا باعث ہے میں نے سراسر نیک نیتی سے جس کو خداوند کریم جانتا ہے یہ درخواست کی تھی تا اگر خدا تعالےٰ چاہے تو ان متناقض الہامات میں کچھ فیصلہ ہو جائے کیونکہ الہامات کا باہمی تناقض اور اختلافات اسلام کو سخت ضرر پہنچاتا ہے اور اسلام کے مخالفوں کو ہنسی اور اعتراض کا موقعہ ملتا ہے اور اس طرح پر دین کا استخفاف ہوتا ہے بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو خدا تعالےٰ نے یہ الہام کرے کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں کی مانند اور خدا کا مرسل ہے اور اس کی درگاہ میں وجیہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے اور ادھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ یہ شخص فرعون اور کذاب اور مسرف اور فاسق اور کافر اور ایسا اور ایسا ہے ایسا ہی اس شخص کو تو یہ الہام کرے کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہیگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے اور پھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ جو اسکی پیروی کرتے ہیں وہ شقاوت کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پس آپ سمجھ سکتے

ہیں کہ کس قدر اسلام پر یہ مصیبت ہی کہ ایسے مختلف الہام ہوں اور مختلف فرقے پیدا ہوں۔ جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوں۔ اس لئے ہمدردی اسلام اسی میں ہی کہ ان الہامات کا فیصلہ ہو جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی فیصلہ کی راہ پیدا کر دیگا۔ اور اس مصیبت سے مسلمانوں کو چھوڑائیگا۔ لیکن یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہی کہ ملہمین جنکو الہام ہوتا ہی وہ زنانہ سیرت اختیار نہ کریں اور مرد میدان بن کر جس طرح کے الہام ہوں۔ وہ سب دیانت کیساتھ چھاپ دیں۔ اور کوئی الہام جو تصدیق یا تکذیب کے متعلق ہو پوشیدہ نہ رکھیں تب کسی آسمانی فیصلہ کی امید ہی اسی وجہ سے میںنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں آپکو پہلے خط میں دی تھیں تا آپ جلد تر اپنے الہام میری طرف بھیجدیں مگر آپنے کچھ پرواہ نہیں کی اور میرے نزدیک یہ عذر آپکا قبول کے لائق نہیں کہ آپکو مخالفانہ الہام اس کثرت سے ہوتے ہیں۔ کہ ایک مدت انکی تشریح کیلئے چاہیئے میری خیال میں یہ کام چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہی اور غایت درجہ دو گھنٹہ تک مع تشریح وتفسیر آپ لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی اور کتاب کا ارادہ ہے تو اس کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مناسب ہی کہ آپ اس امت پر رحم کر کے اور نیز خدا تعالیٰ کی قسموں کی تعظیم کر کے بالفعل دو تین سو الہام ہی جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا کام ہی چھپوا کر روانہ فرما دیں یہ تو میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ الہامات کی بڑی بڑی عبارات ہیں۔ بلکہ ایسی ہونگی جیسا کہ آپ کا الہام "مسرف کذاب" تو اس صورت میں آپ جانتی ہیں کہ اس قسم کے الہام کاغذ کے ایک صفحہ میں کسقدر آسکتے ہیں۔ میں پھر آپکو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کر کے بمجرد پہنچنے اس خط کے اپنے الہامات چھپوا کر روانہ فرما دیں۔ مجھے اس بات پر بھی سخت افسوس ہوا ہی کہ آپ نے بے وجہ میری یہ شکایت کی۔ کہ گویا میں نے مولوی عبد اللہ صاحب کی کوئی بے ادبی کی ہی آپ جانتے ہیں کہ میری گفتگو صرف اسقدر تھی کہ آپ مولوی محمد حسین کو کیوں برا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے مرشد مولوی عبد اللہ صاحب نے اسکے حق میں یہ الہام شائع کیا تھا کہ وہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہی اور سب امت سے بہتر ہے۔ یہ قرآنی الہام تھے۔ جنکا میں نے ترجمہ کر دیا ہی اس صورت میں اگر شک تھا تو آپ

مولوی محمد حسین سے دریافت کر لیتے۔ سچی بات پر غصہ کرنا مناسب نہیں ہے پھر ماسوا اسکے جس دعوے کیساتھ خدا تعالے نے مجھے بھیجا ہے اسکے مقابل پر عبد اللہ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ اگر وہ اسوقت زندہ ہوتے تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور غربت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کر لینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے پھر وہ کیونکر میری اطاعت سے باہر رہ سکتے تھے۔ اس صورت میں آپکا کچھ بھی حق نہیں تھا۔ اگر میں حکم ہونیکی حیثیت سے ان میں کچھ کلام کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ خدا اور رسول نے مولوی عبد اللہ کا کوئی درجہ مقرر نہیں کیا اور نہ انکے بارے میں کوئی خبر دی یہ فقط آپکا نیک ظن ہے جو آپنے انکو نیک سمجھ لیا ورنہ کسی حدیث یا آیت سے تو ثابت نہیں کہ درحقیقت پاکدل تھے ہاں جہاں تک ہمیں خبر ہے وہ پابند نماز تھے رمضان کے روزے رکھتے تھے اور بظاہر دیندار مسلمان تھے اندرونی حال خدا کو معلوم۔

حافظ محمد یوسف صاحب نے کئی دفعہ قسم کو یاد کرنے سے یقین کامل سے کئی مجلسوں میں میرے روبرو بیان کیا کہ ایک دفعہ عبد اللہ صاحب نے اپنی کسی خواب یا الہام کی بنا پر فرمایا تھا۔ کہ آسمان سے ایک نور قادیان میں گرا جس کے فیضان سے انکی اولاد بے نصیب رہ گئی۔ حافظ صاحب زندہ ہیں۔ ان سے پوچھ لیں۔ پھر آپ کی شکایت کس قدر افسوس کے لائق ہے اور اللہ جلّ شانہ خوب جانتا ہے کہ ہمیشہ مولوی عبد اللہ غزنوی کی نسبت میرا نیک ظن رہا ہے اگرچہ بعض حرکات انکی مینے ایسی بھی دیکھیں۔ کہ اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والی تھیں تاہم مینے انکی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ اور ہمیشہ سمجھتا رہا۔ کہ وہ ایک مسلمان اپنی فہم اور طاقت کے موافق پابند سنت تھا۔ لیکن میں اس سے مجبور رہا کہ میں ان کو ایسے درجہ کا انسان خیال کرتا کہ جیسے خدا کے کامل بندے مامورین ہوتے ہیں۔ اور مجھے خدا نے اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دئے ہیں کہ جو لوگ ان وعدوں کے موافق میری جماعت میں سے روحانی نشو و نما پائیں گے۔ اور پاک دل ہو کر خدا سے پاک تعلق جوڑ لینگے میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں انکو صدہا درجہ مولوی عبد اللہ غزنوی سے بہتر سمجھونگا اور سمجھتا

ہوں۔ کیونکہ خداتعالےٰ انکو وہ نشان دکھلاتا ہی کہ جو مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دیکھے اور انکو وہ معارف سمجھاتا ہی جنکی مولوی عبداللہ کو کچھ بھی خبر نہیں تھی۔ اور انھوں نے خوش قسمتی سے مسیح موعود کو پایا۔ اور اُسے قبول کیا۔ مگر مولوی عبداللہ اس نعمت سے محروم گزر گئے آپ میری نسبت کیسا ہی گمان کریں اسکا فیصلہ تو خداتعالےٰ کے پاس ہی لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں۔ اور اس نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہی جس نور کا وارث مہدی آخر زمان چاہیئے تھا۔ میں وہی مہدی ہوں۔ جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا۔ کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہی تو انہوں نے جوابدیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاءؑ سے بہتر ہی یہ خداتعالیٰ کی عطا کی تقسیم ہی اگر کوئی بخل سے مر بھی جائے تو اسکو کیا پرواہ ہی اور جو شخص مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے ذکر سے مجھ پر ناراض ہوتا ہی اسکو ذرا خدا سے شرم کرکے اپنے نفس سے ہی سوال کرنا چاہیئے کہ کیا یہ عبداللہ اس مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہو سکتا ہی جسکو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا اور فرمایا۔ کہ خوش قسمت ہی وہ امت جو دو بنا ہوں کے اندر ہی ایک میں جو خاتم الانبیا ہوں۔ اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہی اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو نجات پائینگے اب فرمائیے کہ جو شخص مسیح موعود سے کنارہ کرکے عبداللہ غزنوی کیوجہ سے اس سے ناراض ہوتا ہی اسکا کیا حال ہی کیا یہ سچ نہیں ہی کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صلحاء اور اولیاء اور ابدال اور قطبوں اور غوثوں میں سے کوئی بھی مسیح موعود کی شان اور مرتبہ کو نہیں پہنچتا پھر اگر یہ سچ ہی تو آپکا مسیح موعود کے مقابل پر مولوی عبداللہ غزنوی کا ذکر کرنا اور بار بار یہ شکایت کرنا کہ عبداللہ کے حق میں یہ کہا ہی کسقدر خداتعالےٰ کے احکام اور اسکے رسول کریم کی وصیتوں سے لاپرواہی ہی کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ عبداللہ غزنی سے نکالا جائیگا۔ اور پنجاب میں آئیگا اسکو تم مان لینا اور میرا اسلام اسکو پہنچانا۔ یا یہ نصیحت فرمائی تھی کہ غلبہ صلیب کے وقت مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور وہ نبیوں کی شان لیکر آئیگا اور خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دیگا۔ اسکی نافرمانی نہ کرنا اور اسکو میری طرف

سے سلام پہنچاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ وہ تو آکر نصاریٰ سے لڑیگا اور انکی صلیبوں کو توڑیگا اور انکے خنزیروں کو قتل کریگا۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ علماء اسلام کی غلطیاں ہیں۔ بلکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود نرمی اور صلحکاری کیساتھ آتا۔ اور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کریگا اور نہ تلوار اٹھائیگا بلکہ اسکا حربہ آسمانی حربہ ہوگا اور اسکی تلوار دلائل قاطعہ ہونگی سو وہ اپنے وقت پر آچکا۔ اب کسی فرضی مہدی اور فرضی مسیح موعود کی انتظار کرنا اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا سراسر کوتہ فہمی کا نتیجہ ہے اور خدا نے میرے ہاتھ پر بہت سے نشان دکھلائے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انکی نظیر نہیں پائی جاتی جاتی اسلامی اولیاء کی کرامات انکی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں۔ اور انکی شہرت صرف اُن کے چند مریدوں تک محدود تھی لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پاگئے۔ مثلاً دیکھو کہ لیکھرام کی پیشگوئی کو کیونکر فریقین نے اپنے اشتہارات میں شائع کیا۔ اور قبل اسکے جو وہ پیشگوئی ظہور میں آوے۔ لاکھوں انسانوں میں اس پیشگوئی کا مضمون شہرت پاگیا۔ اور تینوں قومیں ہندو مسلمان عیسائی اسپر گواہ ہوگئیں پھر اسی کروفر سے وہ پیشگوئی ظہور میں بھی آئی۔ اور اسی طرح لیکھرام قتل کی ذریعہ سے فوت ہوا جیسا کہ پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا۔ کیا ایسی ہیبت ناک پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کے اختیار میں ہے کیا اس ملک کی تین قوموں میں اسقدر شہرت پاکر اور ایک کشتی کی طرح لاکھوں انسانوں کے نظارہ کے نیچے آکر اسکا پورا ہو جانا ایسی پیشگوئی کی جو اس شان و شوکت کیساتھ پوری ہوئی ہو تیرہ سو برس کے زمانہ میں کوئی نظیر بھی ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اسکا جواب بجز اسکے ہم کیا دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ نور انصاف ہوتا۔ تو وہ شب کے وقت میرے پاس آتے تو میں انکو بتلاتا کہ کس خوبی سے تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں ہاں ایک پیشگوئی ہے جسکا ایک حصہ پورا ہوگیا اور ایک حصہ شرط کیوجہ سے باقی ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی وہ سنتیں اور قانون بھی معلوم نہیں جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں انکے قول کے مطابق تو یونس نبی بھی جھوٹا تھا جس نے اپنی پیشگوئی کے قطعی طور پر چالیس دن مقرر کئے تھے مگر وہ لوگ تو چالیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہے اور چالیس دن میں نینوہ کا ایک تنکا بھی نہ ٹوٹا بلکہ یونس نبی تو کیا تمام

نبیوں کی پیشگوئیوں میں نظیریں ملتی ہیں۔

پھر اخیر پر خدا تعالیٰ کی قسم آپکو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہو لکھکر چھاپ دیں۔ اب اس سے زیادہ میں آپکو مہلت نہیں دیتا۔ جون مہینے کی ۳۰۔ تاریخ تک آپکا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میری پاس آجانا چاہیئے ورنہ یہی کاغذ چھاپ دیا جائیگا۔ اور پھر آئندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بیفائدہ ہوگا۔ والسلام (خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ ۱۶ ؍ جون ۱۸۹۹ء)

ریویوز

سیرۃ الصدیق حضرت صدیق اکبرؓ کی مبارک زندگی کے حالات میں مومنوں کیلئے بہت سے سبق ہیں۔ ظاہری فتوحات پر نظر رکھنے والے۔ تو جناب ابوبکرؓ کے کارناموں کو نہ سمجھیں مگر جو لوگ بنظر امعان زندہ ایمان کو دیکھتے ہیں وہ اس مبارک وجود کی زندگی کے ایک ایک واقعہ میں کرامت پاتے ہیں۔ حضرت نبی کریم پر بدبخت مشرک حملہ کرتے ہیں اس وقت حضرت ابوبکر مدد کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور کس یقین سے پکارتے ہیں دیکھو اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ پھر جب جناب رسول اللہ مکہ معظمہ سے ہجرت فرماتے ہیں۔ تو فالصحابۃ یا رسول اللہ کہنے والے ایمان کا اندازہ لگاؤ کہ وہ جو سیھزم الجمع ویولون الدبر کا اعلان کرنیوالا ہے آج یہاں سے اس بے سروسامانی کیحالت میں جاتا ہے۔ کیونکہ آپ اپنی نور فراست سے ایک عظیم الشان فتح کو دیکھ چکے تھے پھر غزوہ بدر میں ایک قلیل جماعت کا کثیر گروہ کے مقابلہ میں صف آرا ہونا نبی کریم صلعم کا دعا کرنا اور جناب صدیق کا کفاک یا نبی اللہ بابی وانت پکار اٹھنا صدیقی ایمان کا نشان ہے۔ اور پھر لڑائی میں اپنے بیٹے عبدالرحمن کو عیش میں کر للکارنا۔ اور ابن مالی یا خبیث پکارنا۔ اور اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ایکدن عبدالرحمن سے کہنا کہ اگر تو میری زد پر آجاتا۔ تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ اور پھر غزوہ احد میں عبدالرحمن کا بحالت کفر لڑائی میں حریف طلب کرنا۔ اور آپکا تلوار سونت کر بڑھنا اور حضور علیہ السلام کا شم سیفک و امتعنا بک فرماکر پیچھے ہٹا لینا۔ اس ایمان کی شہادت دیتا ہے جو حضرت ابوبکر کے قلب مطہر میں تھا پھر صلح حدیبیہ کی شرائط سے بعض صحابہ کا گھبرا اٹھنا مگر ابوبکر کا کوہ ثبات بنا رہنا اور ذرا نہ ڈگمگانا۔ ایسی نازک حالت میں گستاخی سے پیش آنیوالے قریشی کو کھری کھری

سنا دینا بڑی ہمت بڑے عزم بڑے استقلال کا کام ہی غزوہ تبوک میں اسقدر چندہ دینا کہ جب نبی کریم نے پوچھا ما خلفت لعیالك تو آپنے فرمایا ابقیت لهم الله ورسوله پھر وفات رسول اللہ صلعم کیوقت جب بعض صحابہ ہوش و حواس کھو چکے تھے آپنے کس ہمت سے کام لیا اور من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات سنا دیا۔ پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچکر اپنی ایک ہی تقریر سے مہاجرین کا حق خلافت ثابت کر دیا۔ پھر باوجود عرب کے اکثر فرقوں کے ارتداد کے جیش اسامہ کو روانہ کر دینا اور لولم یبق فی القری غیری لا نفذتہ سنا دینا اور ایسے حالات میں زکوٰۃ کے منکرین سے ذرا نہ دبنا اور بالآخر تمام مشکلات پر غالب آنا آپ ہی کا کام تھا۔ اپنی مرض الموت میں حضرت عمرؓ کا انتخاب قابل صاد نکلا۔ اور زمین فروخت کر کے بیت المال کا روپیہ واپس دیدینا آپکی بے نفسی کی دلیل ہی۔ غرض اس قسم کے تمام حالات اس کتاب کے ۱۱۰ صفحہ پر آئے ہیں۔ جو خوشخط نہایت نفیس و عمدہ کاغذ پر علی گڑھ کے مطبع احمدی میں چھاپی گئی ہی میں مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کو اس تالیف پر مبارکباد دیتا ہوں اور احمدی بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسے منگوا کر پڑھیں ہے۔

فنون لطیفہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب اپنی فلسفیانہ مضامین کیوجہ سے علمی و ادبی دنیا میں ایک ممتاز پایہ رکھتے ہیں آپکی یہ تصنیف فنون لطیفہ ہی جسکی تعریف آپ کے الفاظ میں یہ ہی۔

"چونکہ ہر شی موجود اور ہر ہستی کوئی نہ کوئی کمال عجوبہ ندرت رکھتی ہی اسواسطے ہر شی حسن اور خوبصورتی رکھتی ہی اسی خوبصورتی حسن ندرت کمال صحیح تناسبات کی دریافت اور تکمیل و احساس کا نام لطافت خیال نفاست قیاس ہی اور اسی کا نام دوسرے الفاظ میں فنون لطیفہ ہی"

اسکے بعد آپنے حسن کے متعلق وہ وہ موشگافی کی ہی کہ چشم انتخاب حیرت زدہ ہوکر رہ گئی پھر شاعری۔ موسیقی تعمیر۔ سنگتراشی۔ مصوری۔ نقاشی پر جو کچھ لکھا ہی بس کمال کر دیا ہی آجکل علمی تصانیف کی قدر کرنے والے بہت تھوڑے ہیں اور خان بہادر کے مذاق کے بہت کم لوگ رہ گئے ہیں۔ تاہم میں امید کرتا ہوں کہ اس تصنیف کی قدر کیجائیگی جسپر میں اپنی بے بضاعتی و کم علمی و عدم گنجائش کی وجہ سے کماحقہ ریویو نہیں کر سکا۔

چمکار محمدی پنجابی نظم ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری قریبا ۱۵۰ صفحے جسمیں تمام حالات نظم کر دیے ہیں۔ اور احمدی عقائد کا لحاظ رکھا ہی ابتدا میں کچھ حصے از قسم اسرائیلیات بھی آگئے ہیں۔ ہیئت

مجموعی اچھا مجموعہ ہی۔ ناظم منشی جھنڈ سبحان صاحب ساکن ببّہ مالی ضلع گورداسپور کچھ کہنہ مشق شاعر نہیں اسلئے کلام میں وہ فصاحت نہیں۔ بعض جگہ قافیے میں بھی کچھ غیر باقاعدہ ہیں مگر اصل غرض تو پنجاب میں حضور علیہ السلام کے حالات کی اشاعت ہی وہ انشاء اللہ حاصل ہی۔ قادیان میں محمد یمین تاجر کتب سے اور نیز مؤلف سے ۸ر قیمت پر ملیگی۔

کلینڈر ۱۹۱۴ء دیوار پر سامنے ٹانگنے کے لئے یہ جنتری نہایت ہی مفید ہی۔ جس میں انگریزی۔ ہندی عربی تاریخیں صفائی کیساتھ درج ہیں۔ اردو دفاتر اور لکھے پڑھے گھروں میں اسکی ایک ایک جلد ہونی چاہیئے قیمت ۲ر ۔ پتہ نیاز علی تاجر کتب مالک مطبع افغانی ہال دروازہ شہر امرتسر

مباحثہ مونگھیر حصہ سوم مونگھیر کے مشہور مباحثہ میں ایک مولوی نے دس سوالات کئے تھے۔ انکے جواب اس کتاب میں دیئے گئے ہیں جس کا حجم ۲۵۶ صفحے ہی۔ دجال کے متعلق ایسی سیر کن بحث ہی کہ اس سے پہلے احمدیہ لٹریچر کی کسی ایک کتاب میں اتنا ذکر نہیں۔ زیادہ قابل فخر بات یہ ہی کہ مخالفوں کے علماء کے اختلافات انہی کی کتابوں سے دکھائے گئے ہیں۔ اور اس طرح انکی بلا انہی کے سر پر ڈالی ہی حاشیہ۔ حاشیہ در حاشیہ۔ حاشیہ در حاشیہ در حاشیہ البتہ ایک ایسی بات ہی کہ پڑھنے والے کے دماغ کو پریشان کرتی ہی مگر خود مجھے بھی سمجھ نہیں آئی کہ اگر مولف صاحب ایسا نہ کرتے تو پھر کیا کرتے نیز مجھے یہ طرز اسلئے محبوب ہی کہ میرے آقا کی پہلی تصانیف میں یہ بات پائی جاتی ہی پہلا سوال جو حضرت مسیح ناصری پر حضرت مسیح موعود کی فضیلت کے متعلق ہی اسکا جواب صرف اتنا دیا ہی کہ تم جس مسیح کے منتظر ہو اسکی نسبت کیا کہتے ہو سائل کی نیت چونکہ تحقیق حق نہیں بلکہ عوام الناس کا بھڑکانا۔ اسلئے یہ جواب ٹھیک ہے۔ مگر کیوں صاف نہ کہدیا جائے کہ واقع میں افضل ہی کیونکہ یہ افضلیت کا دعویٰ مسیح موعود نے وحی کی بنا پر کھلے الفاظ میں کیا ہی قیمت ۸ر ملنے کا پتہ الحق دہلی

کشف الغطا عن معنی الربا یہ ایک نہایت قابل تعریف ۷۲ صفحے کا علمی رسالہ ہی جو عبد العزیز شاویش مصری کے فتویٰ حلت سود کے رد میں لکھا گیا ہی لا تاکلوا الربوٰا اضعافاً مضاعفۃ سے یہ استدلال کہ سود در سود منع ہی بالکل غلط ہی مؤلف نے ربوا النسیۃ اور ربوا الفضل کو حرام ثابت کیا ہی اور ربوٰ سے مراد ہر ایک ایسی زیادتی ہی جو بلا مبادلہ اصل پر زیادہ ہو اضعافاً کے متعلق بتا دیا ہی کہ ذکر تضاعف بغرض استعظام جرم ہی اور یہ حال مقدرہ ہی نہ کہ حال محققہ یعنی یہ سود مضاعف ہونیوالا لیا کرو اسکے علاوہ بہت سے مباحث پر عالمانہ رنگ میں لکھا ہے اور قرض پر سود کو حرام ثابت کیا ہی جسکا مخالف انکار کرتے ہیں اور بتایا ہی کہ جیسے طے شدہ ثمن پر زائد طلب کرنا مشتری سے عقلاً و شرعاً از قسم ظلم ہی ایسے ہی قرض میں مثل قرض سے زائد طلب کرنا اور ربا مفہوم کلی ہی کوئی فرد باہر نہیں ہو سکتا نص عام جمیع مماثلات مورد کو شامل ہوتی ہی اور ربا الفضل کی ماہیت و وجہ حرمت لکھی ہی اور تمام شبہات کو رد کر دیا ہی یہ رسالہ عالمانہ عبارت میں ہی اسلئے عام فہم نہیں ہو سکتا مؤلف کے علمی کمال میں کچھ شک نہیں ضرور منگوایا جائے قیمت ۴ر مع محصول۔ محمد ناظر حسن نعمانی نقشبندی مدرس اول مدرسہ محمودیہ ریاست چھتاری ضلع بلندشہر

دروازے کھلواتے ہیں۔ پس دروازے آسمان کے کھولے جاتے ہیں۔ تب ہر ایک آسمان کے مقرب فرشتے اسکے پیچھے چلتے ہیں۔ اُس آسمان تک جو اس سے قریب ہے یہاں تک کہ پہنچاتے ہیں اسکو ساتویں آسمان تک

پھر اسی کتاب میں ہے۔ ثم قرأ رسول اللہ صلعم لا تفتح لہم ابواب السماء قال الخازن فی تفسیرہ یعنی لا تفتح لارواحہم اذا خرجت من اجسادھم ولا یصعد بہم الی اللہ عزّ وجلّ فی وقت حیاتہم قول ولا عمل لان ارواحہم واقوالہم واعمالہم کلہا خبیثۃ وانما یصعد الی اللہ تعالیٰ الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ قال ابن عباس لا تفتح ابواب السماء لارواح الکفار وتفتح لارواح المومنین وفی روایتہ عنہ ایضاً قال لا یصعد لہ قول ولا عمل وقال ابن جریج لا تفتح ابواب السماء لاعمالہم ولا لارواحہم ثم ذکر حدیث الباب وکذا فی المعالم و فتح البیان و جامع البیان والاکلیل و تفسیر ابن کثیر و تفسیر بیضاوی

(ترجمہ) پھر پڑھا رسول صلعم نے اس آیت کو کہ نہیں کھولے جاتے ہیں ان کفار فساق کیواسطے دروازے آسمان کے خازن نے اپنی تفسیر میں کہا ہے یعنی نہیں کھولے جاتے انکی روحوں کیواسطے وے دروازے جبکہ نکلتی ہیں وہ اپنے جسموں سے اور انکی زندگی کی حالت میں نہیں چڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف انکا قول اور عمل کیونکہ بہ تحقیق انکی روحیں اور انکے قول اور انکے عمل سب خبیث ہیں۔ اور سوا اس کے نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں۔ اور نیک عمل انکو اوپر چڑھاتا ہے حضرت ابن عباس نے کہا ہے نہیں کھولے جاتے دروازے آسمان کے کفار کی ارواح کیواسطے اور کھولے جاتے ہیں مومنین کی ارواح کیواسطے اور ایک روایت میں ان سے یہ بھی ہے کہ کہا نہیں چڑھتا ہے اسکے لئے قول اور عمل اور کہا ابن جریج نے نہیں کھولے جاتے ہیں دروازے آسمان کے انکے اعمال کے لئے اور نہ انکی ارواح کے لئے پھر ذکر کیا حدیث اس باب کو اور ایسا ہی معالم فتح البیان جامع البیان اکلیل تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بیضاوی میں (ماخوذ از کتاب القسطاس المسقم مصنفہ فاضل امروہی)

اخویم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن نے اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء

نمبر ۲ جلد ۱۳ میں ایک مضمون بعنوان "رفع الی اللہ" شائع کرایا تھا۔ وہ مضمون نہایت مفید ہے اسلئے اُس کا خلاصہ ذیل میں مناسب مقام سمجھکر درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

حضرت امام ابن قیم صاحب علم حدیث کے ایک عظیم الشان امام گزرے ہیں۔ اور ائمہ محدثین میں بہت بلند پایہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب کتاب الروح میں ایک حدیث لاتے ہیں ودوی جریر عن منصور عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال قال اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما ینبغی لنا ان نفارقک فی الدنیا فاذا مت ورفعت فوقنا فلم نرک فانزل اللہ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیّین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ وقال الشعبی جاء رجل من الانصار وھو یبکی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما یبکیک یا فلان فقال یا نبی اللہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لانت احب الی من اھلی ومالی واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لانت احب الی من نفسی وانا اذکرک انا واھلی فناخذنی کذا حتی اراک فذکرت موتک وموتی فعرفت انی لن اجامعک الا فی الدنیا وانک ترفع فی النبیین وعرفت انی ان دخلت الجنۃ کنت فی منزل ادنی من منزلک فلم یرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فانزل اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ الیٰ قولہ۔ روایت کی جریر نے منصور سے اسنے ابی الضحیٰ سے اسنے مسروق سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ نے عرض کی کہ ہم تو اس قابل نہیں کہ حضور کی مفارقت دنیا میں بھی برداشت کرسکیں۔ پھر جب حضور مر جائینگے اور حضور کا رفع ہم سے اوپر ہوگا۔ پھر ہم تو حضور کو نہ دیکھینگے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ "اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا۔ پس یہی ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا نبیوں سے صدیقوں سے شہیدوں سے صالحین سے اور بہت اچھے ہیں یہ رفیق" اور شعبی نے کہا کہ ایک شخص انصار میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور وہ رو رہا تھا پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا چیز

رولاتی ہی تجھکو اے فلاں پس اسنے کہا کہ اے نبی اللہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک حضور مجھے زیادہ محبوب ہیں میری اپنی جان سے اور میں اور میرے اہل حضور کا ہی ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح ہی لگے رہتے ہیں یہانتک کہ حضور کو دیکھ لیتا ہوں پھر مجھے یاد آگئی حضور کی موت اور اپنی موت پس میں سمجھا کہ میں حضور کیساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا مگر صرف دنیا میں کیونکہ بیشک حضور کا رفع تو نبیوں میں ہوگا۔ اور میں سمجھا کہ بیشک میں اگر جنت میں بھی داخل ہوا تو بھی حضور کی منزل سے ادنیٰ منزل میں ہونگا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا پھر اللہ تعالےٰ نے اتارا "اور جو کوئی اطاعت کریگا اللہ اور رسول کی پس یہی لوگ ہیں۔ جو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا نبیوں اور صدیقوں شہیدوں اور صالحین سے۔ آخر قول تک"

اب دیکھو یہاں صحابہ نے رفع کی کیسی وضاحت کر دی۔ اللہ ان پر بہت بہت برکتیں نازل فرمائے پہلی جگہ مت ودفعت قابل غور ہے موت کے بعد رفع کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اور وہ کیسی اچھی طرح رفع کو سمجھتے تھے پھر ترفع فی النّبییّن قابل غور ہے نبیوں میں رفع ہونا صاف آئینہ کیطرح معاملہ کو کھولدیتا ہے پھر اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کل نبیوں کا رفع ہوتا ہے چنانچہ یہی رفع حضرت عیسےٰ کا انی متوفیک ورافعک الیّ میں مذکور ہے اور یہی رفعہ اللّٰہ الیہ میں بتلاتا ہے کوئی ہے جو سعید روح جو فائدہ اٹھاوے۔ الیس منکم رجل رشید

حضرت امام ابن قیمؒ کتاب الروح میں ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں وذکر ابن ابی الدنیا من حدیث حماد ابن زید بن حسان عن یقظہ بنت رشید قالت کان مروان المحلمی لی جارا وکان قاضیا مجتہدا قالت فمات فوجدت علیہ وجدا شدیدا قالت فرأیتہ فیما یری النائم فقلت یا ابا عبد اللہ ما صنع بک ربک قال ادخلنی الجنۃ قلت ثم ماذا قال ثم رفعت الی اصحٰب الیمین قلت ثم ماذا قال ثم رفعت الی المقربین اور ذکر کیا ابن ابی الدنیا نے حماد ابن زید کی حدیث سے۔ اسنے ہشام بن حسان سے اسنے یقظہ راشد کی بیٹی سے اسنے کہا کہ مروان المحلمی میرا پڑوسی تھا۔ اور قاضی اور مجتہد تھے کہنے لگی کہ پھر وہ مر گیا۔ پس مجھے

اسکے مرنیسے سخت غم ہوا کہنے لگی پس مینے اسکو خواب میں دیکھا مینے کہا کہ اے ابو عبد اللہ تیرے رب نے تیری ساتھ کیا معاملہ کیا اسنے کہا کہ مجھے جنت میں داخل کر دیا مینے کہا کہ پھر کیا ہوا کہا کہ پھر اصحاب الیمین کی طرف میرا رفع کیا گیا مینے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ کہا کہ پھر مقربین کی طرف میرا رفع کیا گیا۔ اب دیکھو یہاں رفعت الی اصحاب الیمین اور رفعت الی المقربین کس قدر صفائی سے رفع کے معنوں کو ظاہر کرتا ہے۔

پھر امام صاحب موصوف ایک اور واقعہ کتاب الروح میں بیان فرماتے ہیں ولما مات محمد بن سیرین حزن علیہ بعض اصحابہ حزنا شدیداً فراٰہ فی المنام فی حال حسنۃ فقال یا اخی قد اراك فی حال یسرنی فما صنع الحسن قال رفع فوقی بسبعین درجۃ۔ اور جب محمد سیرین فوت ہوگئے تو انکے کسی دوست کو سخت رنج ہوا پس ان کو خواب میں عمدہ حال میں دیکھا پس کہا اے میرے بھائی میں آپکو دیکھتا ہوں ایسے حال میں کہ مجھے خوش کن ہے پس بتاؤ حسن کیساتھ کیا معاملہ ہوا کہا وہ مجھ سے ستر درجہ اوپر رفع کیا گیا۔ اب دیکھو یہاں رفع کس صفائی سے رفع روحانی مابعد الموت بیان کرتا ہے۔

پھر امام صاحب موصوف ایک اور واقعہ اپنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ فلما ماتت رابعۃ رأتھا امرأۃ من اصحابنا وعلیھا حلۃ استبرق وخمار من سندس وکانت کفنت فی جبۃ وخمار من صوف فقالت لھا ما فعلت الجبۃ التی کفنتك فیھا و خمار الصوف قالت واللہ انہ نزع عنی وابدلت بہ ھٰذا الذی تریٰ علیّ وطویت اکفانی وختم علیھا ورفعت فی علیین۔

جب رابعہ مرگئیں تو انکی صحبت میں بیٹھنے والیوں میں سے ایک عورت نے انکو دیکھا کہ اسحالت میں کہ انکے بدن پر ریشمی کپڑے کا حلہ تھا۔ اور باریک ریشمی کپڑے کی خمار تھی۔ حالانکہ انکی تکفین جبہ اور صوف کے خمار میں ہوئی تھی۔ پس اس عورت نے رابعہ سے کہا کہ وہ جبہ اور صوف کی خمار کیا ہوئی۔ جن میں آپکی تکفین کی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم بیشک اللہ نے اسے مجھ سے الگ کر دیا۔ اور اسکے بدلہ میں یہ پہنایا۔ جو تم مجھ پر دیکھتے ہو۔ اور میری کفن کو لپیٹ کر اسپر مہر کر دی اور میرا رفع علیین

میں کردیا گیا۔

اب دیکھو یہاں مفتی قاضی الیمین نے معاملہ کیسا صاف کردیا ہے کہ وہ اصل رفع کسی انسان کا ہمیشہ بعد الموت ہوا کرتا ہے اور وہ روح کا مراتب عالیہ پر پہنچنا ہے نہ کسی جسم عنصری کا اوپر اٹھنا"

ان احادیث و روایات پر نظر ڈالنے کے بعد انصاف پسند اور محقق طبع آدمی کے دل میں کچھ شک باقی نہیں رہ سکتا۔ کہ اسلامی اصطلاح میں رفع الی اللہ سے مراد رفع روحانی بعد الموت ہے رفع الروح بالجسد العنصری ہرگز مراد نہیں ۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آیت انی متوفیک ورافعک الی" کا جو ترجمہ تحریر فرمایا ہے۔ یعنی یہ ترجمہ کہ" اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ اور پھر عزت کیساتھ اسطرف اٹھانیوالا ہوں" یقیناً یہ ترجمہ بالکل صحیح و درست اور خدا اور رسول کے منشاء کے عین مطابق ہے اور فطرت صحیحہ اور عقل سلیم بھی اسکی سچائی پر گواہ ہیں۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

پھر مولوی ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ

"تیسری وجہ مرزا صاحب نے اس آیت میں رافعک الی کا ترجمہ عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں" کیا ہے۔ اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے۔ یہ بھی انکی سخت غلطی ہے اول اسلئے کہ اس آیت کے معنی میں عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف میں اسکے لئے کوئی لفظ نہیں اور اگر مفہوم سے رفع سمجھکر لکھا ہے تو بھی اس سے موت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں بلکہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے آیت ورفع ابویہ علی العرش میں ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو (عزت کے ساتھ) تخت کے اوپر بیٹھایا پس آیت کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا دیگر یہ کہ عزت کے ساتھ اٹھا لینا سے موت مراد لینی نہ تو لغت کی کسی کتاب سے ثابت ہے اور نہ محاورۂ زبان اسکی تائید کرتا ہے۔ اور نہ قرآن شریف اسکی شہادت دیتا ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی من گھڑت بات ہے حصہ اول صفحہ ۹۹ میں اس آیت کی تفصیل گزر چکی ہے" (صفحہ

جواب اڈیٹر پیشہ نگار مولوی صاحب نے جو رافعک الی کا ترجمہ "عزت کے ساتھ اٹھانیوالا ہوں" نہیں کیا۔ اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے یہ بھی انکی سخت غلطی اور حضرت مسیحؑ کی شان میں کمال بے ادبی اور بڑے درجہ کی گستاخی ہے۔ ہم قرآن و حدیث سے پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے۔ تو اسکی وفات کے بعد اُسکی روح کا رفع الی اللہ ہوتا ہے۔ فرشتے اس روح کو نہایت عزت کے ساتھ اوپر لیجاتے ہیں۔ اور جناب باری کے حکم سے اس پاک روح کو علیین میں جگہ ملتی ہے اور کافر کی روح کو یہ عروج و صعود اور رفع الی اللہ نصیب نہیں ہوتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ آیت کریمہ انی متوفیک ورافعک الی کے وہی معنی صحیح ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تحریر فرمائے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب اور انکے ہمخیال مولوی صاحبان کی تُک بندی اور فقرہ بازی کچھ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی ہے مانا کہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں۔ لیکن مولوی صاحبان پہلے رفع جسمی زیر بحث ثابت بھی تو کر دیں پھر اپنی منطق چھانٹیں۔

مولوی ابراہیم صاحب! آپ سید محمد رشید رضا صاحب مصری اڈیٹر رسالہ المنار سے جنکو اہل الندوہ کے گزشتہ سالانہ جلسہ پر بلا کر میر مجلس بنایا تھا۔ بخوبی واقف ہیں۔ وہ علم و فضل میں آپ سے کسی طرح پر کم نہیں قرار دئیے جا سکتے اب دیکھئے کہ اڈیٹر صاحب اپنے رسالہ جلد ۵ نمبر ا صفحہ ۱۱۴ میں انی متوفیک ورافعک الیّ کی نسبت کیا لکھتے ہیں۔ عبارت انکی یہ ہے۔

واما قولہ تعالیٰ بل رفعہ اللّٰہ الیہ فقد سبق نظیرہ فی سورۃ اٰل عمران و ذالک قولہ تعالیٰ (۳: ۵۵ اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا) روی عن ابن عباس تفسیر التوفی ھنا بالاماتۃ کما ھو الظاھر المتبادر وعن ابن جریج تفسیرھا باصل معناھا وھو الاخذ والقبض والمراد منہ ومن الرفع انقاذہ من الذین کفروا بعنایۃ من اللّٰہ الذی اصطفاہ وقربہ الیہ قال ابن جریر سندہ عن ابن جریج فرفعہ ایاہ توفیہ ایاہ وتطھیرہ من الذین کفروا" ای لیس المراد الرفع الی السماء لا بالروح والجسد ولا بالروح فقط وعلی القول بان التوفی الاماتۃ لا

یظہر للرفع معنی الا رفع الروح۔

دیکھئے سید محمد رشید رضا صاحب عبارت مذکورہ بالا میں صاف اقرار کرتے ہیں کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں اسی رفع کا ذکر ہے جو انی متوفیک ورافعک الیّ میں مذکور ہے اور توفی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس لفظ سے مراد موت دینا ہے اور یہی اس لفظ کے ظاہر اور مشہور اور مروجہ معنی ہیں اور اپنی اس تفسیر کی تائید میں حضرت ابن عباس کے قول سے بھی استناد کیا ہے۔ پھر ابن جریر اور ابن جریج کی روایت کی بنا پر یہ لکھا ہے کہ رفع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اسکی توفی کی۔ اور اسکو کافروں سے پاک کیا یعنی اور اسکو برگزیدہ بنایا۔ اور اپنا قرب عطا فرمایا۔ رفع سے یہ مراد نہیں کہ خدا تعالےٰ نے اسکو روح اور جسم کے ساتھ یا محض روح کے ساتھ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا۔ اور اگر توفی کے معنی زمانہ کے کئے جائیں تو پھر رفع سے سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے

رشید رضا صاحب نے توفی کی تفسیر اماتۃ تسلیم کرلی ہے اور اس تفسیر کو الظاہر المتبادر بتایا ہے پھر آخر پر لکھتے ہیں کہ توفی کے معنی اماتۃ ماننے پر رافعک الیّ میں جو رفع ہے اسکے معنی سوائے رفع روح کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رافعک الیّ سے رفع جسمانی زیر بحث کسی طرح ثابت نہیں۔ پس انی متوفیک ورافعک الیّ میں اسی اعزاز کا وعدہ ہے جو مومنین کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

مولوی صاحب سرسام زدہ انسان کی طرح پہلے تو یہ چیخ مارتے ہیں۔ کہ اس آیت کے معنی میں مرزا صاحب نے عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے پھر جب انہیں کچھ ہوش آتا ہے کہ یہ لفظ تو مفہوم رفع سے سمجھکر لکھا ہے تو یہ مجذوبانہ بڑ ہانکنے لگتے ہیں۔ کہ اس سے موت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں۔

مسکین مولوی صاحب! خدا تمہیں عقل اور ہدایت عطا کرے ایک لمحہ کے لئے حواس جمع کرکے ذرا یہ تو سوچو کہ یہود کے نزدیک رفع اور عدم رفع جسمانی کا جھگڑا ہی کیا تھا۔ انکا جھگڑا تو صرف رفع وعدم رفع روحانی کی بابت تھا۔ اسلئے قرآن کریم میں جو اہل کتاب کے اختلافات مسائل کے

لئے آیا ہے اسی امر پر فیصلہ دیا گیا جس پر یہود و نصاریٰ میں اختلاف چلا آتا تھا۔ اور وہ صرف رفع روحانی ہے نہ رفع جسم عنصری٭ کا ذکر ہی بیجا ہے فافہم ولا تکن من المجادلین مولوی صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول صفحہ ۹۵ کا جو حوالہ دیا ہے اسکا جواب شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷-۳۱ میں ملاحظہ فرمالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نوٹ یہاں تنبیہاً درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے

"اس مقام میں یہ بھی بیان کرنیکے لائق ہے کہ بعض مفسروں نے جب دیکھا۔ کہ درحقیقت انی متوفیک میں توفی کے معنی وفات دینے کے ہیں۔ اور بعد اسکے جو رافعک الی واقع ہے۔ وہ بقرینہ صریحہ وفات کے روح کے رفع پر دلالت کرتا ہے۔ تو انہیں یہ فکر پڑی کہ یہ صریح ہماری رائے کے مخالف ہے۔ اسلئے انہوں نے گویا اپنے تئیں نظم قرآنی کا مصلح قرار دیکر اپنے لئے استادی کا منصب تجویز کرکے یہ اصلاح کی۔ کہ اسجگہ رافعک مقدم اور انی متوفیک مؤخر ہے مگر ناظرین جانتے ہیں کہ خداتعالےٰ کے ابلغ اور افصح کلام میں ایسا دستبرد کسقدر بیجا اور اس کلام کی کسر شان کا موجب ہے" (ازالہ اوہام)

پھر مولوی ابراہیم صاحب صفحہ مذکور میں تحریر فرماتے ہیں۔

چوتھی وجہ۔ مرزا صاحب نے مطہرک من الذین کفروا سے تہمت سے پاک کرنا مراد بتائی ہے۔ حضرت عیسےٰ ع کی برأت تو بیشک مسلم و ثابت ہے مگر اس آیت میں اس تطہیر سے مراد یہ نہیں بلکہ کفار کے مکروں سے پیغمبر برحق کو محفوظ و پاک رکھنا مراد ہے اسکی تفصیل بھی حصہ اول کے صفحہ ۱۰۲ میں اس آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ اس بیان و تفصیل سے ثابت و روشن ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے جو معنی کئے تھے اور جو مراد بتائی تھی۔ وہ باطل اور غلط ہے۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

جواب از ریویو نگار۔ مولوی صاحب نے وعدہ تطہیر مندرجہ آیت کریمہ و مطہرک من الذین کفروا کا ایفا تسلیم کرکے صرف یہ حیلہ شرعی پیش کیا ہے کہ تہمت سے پاک کرنا مراد نہیں۔ بلکہ کفار کے مکروں سے پیغمبر برحق کو محفوظ و پاک رکھنا مراد ہے مگر مولوی صاحب نے اس تخصیص کی کوئی دلیل پیش نہیں کی

٭ پس رفع جسمی عنصری اور روحانی ... [illegible]

کتابوں کی قیمت میں

غیر معمولی رعائیت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصل قیمت	رعایتی قیمت
		فیجلد	فیجلد
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے ہفتم تک	۱۰/	۵/
سچ بیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	۲/	لـ/
احسن القصص	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ قاضی اکمل		
درثمین فارسی	حضرت اقدس ع کی فارسی نظمیں	۶/	۳/
درثمین اردو	" " اردو نظمیں	۳/	۳/
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۲/	۱/
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	صر	للعہ/
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	لمر	[illegible]
ترجمۃ القرآن پ ۲۴ و پ ۲۵ و پ ۲۶ ہر سہ جلد	مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب	سے/	عہ/
تحفہ سالانہ	مختلف بزرگان قوم کی تقریریں	ع۵/	۴/
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری باتیں	عہ/	۴/
النصح	تائید سلسلہ	۲/	۱/
رد چکڑالوی	رد فرقہ چکڑالوی	۵/	۲/

ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

۱۲/ نوٹ - ڈاکٹر ایس کے برمن کی فوری جنتری ۱۹۱۴ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے
دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کا نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا بلا قیمت محصول بھیجی جاتی ہے

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کیلئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصل عرق کافور منگوا کر گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنا یا پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے۔ یہ اصل عرق کافور عرصہ تیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی ۱۴ر چار آنہ محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵ر ۸ شیشی تک ۶ر

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنیکا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی بیماری کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اسوجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہو جانیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ما تقدم۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں اس گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر نہیں سکتے اور نہ اسکا زہر اثر کر سکتا۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں رہیں ایک گولی روزانہ ساتھ ٹھنڈے پانی کے نگلنا چاہیئے۔

بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۲۴ گولیوں کی ڈبیا ۸ر ۶۰ گولیوں کی ڈبیا ۱۲/ار محصولڈاک ایک سے ۲ ڈبیہ تک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ